خالد

امان ۱۳۵۳ ہجری شمسی

مارچ ۱۹۷۴ء

امام وقت کا فرمان

(۱) جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی مکمل ہونے تک ۱۸۰ سے کچھ زائد مہینوں تک ہر ماہ احباب جماعت ایک نفلی روزہ رکھیں۔

(۲) دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء کے بعد سے لیکر نماز فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

(۳) کم از کم سات بار روزانہ سورہ فاتحہ کی دعا پڑھی جائے اور اس پر غور و فکر کیا جائے۔

(۴) تسبیح و تحمید اور درود شریف اور استغفار ۳۳-۳۳ بار روزانہ پڑھے جائیں۔

(۵) مندرجہ ذیل دو دعائیں روزانہ کم از کم ۱۱ بار پڑھی جائیں۔

(۱) ربنا افرغ علینا صبراً و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین۔

(۲) اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم۔

★ ایڈیٹر محمد شفیق قیصر ★

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اِسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۲۰ | امان ۱۳۵۳ ہش | شمارہ ۵

مارچ ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر
محمد شفیق قیصر

فہرست

پبلشر :- محمد شفیق قیصر

پرنٹر :- سید عبدالحی شاہد ۔ ایم ۔ اے

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ خالد

دارالصدر جنوبی ۔ ربوہ

سالانہ چندہ

سات روپے

قیمت فی پرچہ ۔۔۔ ستر پیسے

اداریہ

مارچ کا مہینہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اسی مہینہ آج سے ۸۵ سال پہلے ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی حکم کے ماتحت سلسلۂ بیعت کا آغاز فرما کر خدمتِ اسلام کی غرض سے جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اسی دن کو ہم "یوم مسیح موعودؑ" مناتے ہیں۔

یہ دن دراصل دینِ اسلام کے از سرِ نو احیاء اور اس کی لازوال و بے مثال شریعت کے از سرِ نو قیام کا دن تھا۔ دُنیا میں ترقیٔ اسلام کی راہ ہموار کر کے اس کے دائمی غلبہ کے اعلان کا دن تھا۔ زندہ خدا کی زندہ تجلّی کے ظہور اور زمین پر آسمانی بادشاہت کے نزول کی بشارت کا دن تھا۔ معبودانِ باطلہ اور اربابٌ مِن دُونِ اللّٰہ کی خداوندی کے خاتمے اور خدائے واحد، حیٌّ لا یموت اور لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ پر دل و جان سے نثار ہونے اور پختہ یقین اور سچی معرفت کے ساتھ اس کی ذات اور صفات پر دوبارہ ایمان لانے کا دن تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اسلام کی سربلندی اور اس کے غلبہ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عہد باندھنے اور اس عہد کو عملاً سچا ثابت کر دکھانے کا دن تھا۔ الغرض یہ وہ روزِ سعید تھا جس کی مبارک ساعتوں میں کرۂ ارض کی پوری آبادی کو حلقہ بگوش بنانے اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر بعثت کے دائمی مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی غیر متزلزل بنیاد پڑی اور اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے رکھی۔

۲۳ر مارچ کو ہر سال اس عظیم الشان دن کی یاد تازہ ہوئے بغیر نہیں رہتی لیکن یہ یاد ہمارے لئے اس عہد کو تازہ کرنے کا بھی موجب ہونی چاہیئے جو ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کو خالص اور دلی محبوں کے ایک گروہ نے خدا تعالیٰ کے محبوب امام الزمان سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے مبارک ہاتھ پر باندھا تھا اور اس طرح اسلام کے دورِ اوّل کی یاد کو عملاً پھر زندہ کر دکھایا تھا۔ اسلئے ضرورت ہے کہ ہم اس عظیم الشان دن کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کی جملہ مقتضیات کو ذہن میں لا کر سوچیں اور غور کریں کہ ہم کس حد تک انہیں پُورا کر رہے ہیں۔ پہلی بیعت کے وقت اس دن حضرت مسیح پاک علیہ السلام

کے اصحاب نے حضورؑ کے دستِ مبارک پر جو عہد باندھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

"آج میں احمد کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادے سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی تمام لذات پر مقدم رکھوں گا اور ۱۲ر جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں استغفراللّٰہ ربی۔ استغفراللّٰہ ربی۔ استغفراللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ۔ ربّ انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنبی فانہٗ لایغفر الذنوب الا انت۔" (سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت ۹۹)

آئیے ہم اس دن اس مقدس عہد کی تجدید کریں اور اس عہد کے ساتھ ساتھ دس شرائط بیعت کو بھی اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھیں اور ان کی روشنی میں اپنے افعال و اعمال کا جائزہ لیں ۔۔۔!

احمدی طلباء اور مرکزی تربیتی کلاس

ماہِ رواں اور اس کے بعد آنے والے مہینوں میں بورڈ اور یونیورسٹی کی طرف سے متعدد امتحانات منعقد ہوں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احمدی نوجوانوں کی محنت میں برکت ڈالے اور انہیں اپنے اپنے میدان میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نمایاں کامیابی سے ہمکنار کرے۔ صرف ان امتحانات میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر امتحان میں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخرت کے امتحان میں سرخرو فرمائے کیونکہ سب سے مشکل اور کڑا امتحان وہی ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی طلبہ اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے دوسرے عام طلبہ سے ممتاز ہوتے ہیں

لہ ان سے مراد دس شرائط بیعت ہیں۔ جن کا اعلان حضور علیہ السلام نے ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ فرمایا۔ (ادارہ)

الاماشاء اللہ۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ۔ دعا کی قوت پر یقین، محنت کا شوق، علم کی محبت، اساتذہ کا احترام، ان کے علاوہ ایک خصوصیت یہ ہے کہ سچا احمدی طالب علم امتحان میں ناجائز وسائل اور ذرائع کو استعمال کرنا معصیت، انفرادی اور قومی بد دیانتی سمجھتا ہے۔ بد قسمتی سے امتحانوں کو ناجائز وسائل کے استعمال سے "پاس کرنے" کا میلان بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ہر سال نقل اور دیگر خیانتوں کے بیسیوں واقعات ان ایام میں سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ صورتِ حال بہت ہی افسوسناک ہے۔ احمدی نوجوانوں کو زمانہ کی اس ذلیل رَو میں بالکل نہیں بہنا چاہیئے۔ اپنی طرف سے بھرپور محنت کریں، خدا تعالیٰ سے برکت کے شامل ہونے کی دعا کریں، حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھیں اور پھر نہایت دیانتداری کے ساتھ خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے امتحان میں شامل ہوں اور نتائج کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر چھوڑ دیں۔

نیت کا پھل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ نیک نیت اور پاک ارادے کی برکت سے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں۔ احمدی طلبہ کو اپنی یہی نیت رکھنی چاہیئے کہ وہ علم اور اپنے دیگر وسائل اور قویٰ سے اسلام اور انسانیت کو فائدہ پہنچانا اپنا مقصود و منظر سمجھتے ہیں۔ دین اور جماعت کی ضرورتوں کو سمجھنا، قومی مفادات کا خیال رکھنا، نیکی اور خدمت کے مواقع سے استفادہ کرنا ایسی راہیں ہیں جن پر چل کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے وارث ہو سکتے ہیں۔

میٹرک کے امتحانات کے بعد ربوہ میں ہر سال "مرکزی تربیتی کلاس" منعقد ہوتی ہے۔ اس سال یہ کلاس اپریل کے دوسرے ہفتہ میں شروع ہو رہی ہے، جس میں انشاء اللہ العزیز مجالس اپنی گزشتہ روایات کے ساتھ اپنے نمائندے بھجوائیں گی۔ ان نمائندوں کی اکثریت میٹرک کا امتحان دینے والے طلبہ کی ہوتی ہے۔

میٹرک کے امتحان میں شامل ہونے والے طلبہ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ابھی سے اس مفید اور بابرکت کلاس میں شامل ہونے کی نیت کر لیں۔ ان ایام میں مرکز سلسلہ میں آکر انہیں دعاؤں کا موقعہ بھی ملے گا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی دعائیں بھی حاصل ہوں گی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انہیں دنیاوی امتحان میں بھی نمایاں کامیابی سے بھی نوازے گا اور دینی علم سے بھی بہرہ ور کرے گا۔

عقلمند کون ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"عقلمند وہ ہے جو عذاب آنے سے پیشتر اس کی فکر کرتا ہے اور دُور اندیش وہ ہے جو مصیبت سے پہلے اس سے بچنے کی فکر کرے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲)

تاریخ خدام الاحمدیہ

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اور اُس کی غرض

تاریخ خدام الاحمدیہ کے سلسلہ میں ذیل کا مضمون شائع کیا جا رہا ہے تاکہ مجالس کو اس اہم کام کی طرف توجہ ہو اور وہ اپنی مجلس کی تاریخ کے بارہ میں مواد فراہم کر کے مرکز کو بھجوائیں۔
اہلِ قلم خدام سے درخواست ہے کہ اِس موضوع پر اپنے مضامین ادارہ خالد کو بھجوائیں۔

(ایڈیٹر)

۱۹۰۶ء میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نہایت دردانگیز تقریر فرمائی جس میں خصوصیت سے اِس بات پر زور دیا کہ گزرنے والے علماء کی جگہ لینے کے لئے نوجوانوں کو آگے آنا چاہیئے۔ حضورؑ کی اس تقریر نے جماعت احمدیہ کے نوجوانوں میں زندگی کی رُوح پھونک دی۔ پھر ستمبر ۱۹۰۷ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وقفِ زندگی کی پہلی تحریک فرمائی تو اُس وقت بھی نوجوانوں نے والہانہ انداز میں حضور علیہ السلام کی اس تحریک پر لبیک کہا۔ ان خوش نصیب نوجوانوں میں حضرت قاضی محمد عبد اللہ، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ، حضرت صوفی غلام محمد، حضرت چوہدری فتح محمد سیال رضی اللہ عنہم اور حضرت مولوی محمد دین صاحب مدظلہ العالی حال صدر، صدر انجمن احمدیہ بھی تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ اور جذب و کشش کے طفیل آپ کے زمانہ میں نوجوانوں نے اسلامی تعلیم پر کما حقہٗ عمل کرتے ہوئے نصرتِ دین اور راہِ خدا میں فدائیت کا جو نمونہ دکھایا اُس رُوح اور جذبے کو نئی نسلوں میں منتقل کرنے اور اسلام کو ان کی زندگیوں میں نافذ کرتے ہوئے ان میں بھی حق پر نثار ہونے کا ولولہ پیدا کرنے کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مختلف وقتوں میں جماعت میں مختلف تنظیمیں قائم فرمائیں۔

ان تنظیموں میں سے ایک تنظیم "تشحیذ الاذہان" تھی۔ اس انجمن کے قیام کی غرض یہ تھی کہ احمدی نوجوان تقریر و تحریر کی مشق کر کے اسلام کی خدمت کے قابل بنیں۔ اس انجمن کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"ہم نے بچپن میں جو سب سے پہلی انجمن بنائی تھی اُس کا نام

تشحیذ الاذہان تھا یعنی ذہنوں کو
تیز کرنے کی انجمن۔ اس کے نام کا
تصور کر کے بھی میرا ایمان تازہ ہو جاتا
ہے اور میرا دل خوشی سے بھر جاتا
ہے کہ انبیاء کے ذہن کیسے تیز ہوتے
ہیں اور کس طرح وہ معمولی باتوں
میں بڑے بڑے اہم نقائص کی
اصلاح کی طرف توجہ دلا دیتے
ہیں کہ آج ایک وسیع تجربہ کے
بعد جو بات مجھ پر ظاہر ہوئی ہے
اس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے نہایت سادگی کے ساتھ صرف
دو لفظوں میں توجہ دلا دی تھی کیونکہ
جب ہم نے ایک انجمن بنانے کا
ارادہ کیا تو میں نے حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ
اس کا کوئی نام تجویز فرمائیں۔ تو
آپ نے اس انجمن کا نام "تشحیذ الاذہان"
تجویز فرمایا۔ یعنی ذہنوں کو تیز کرنا۔"

(مشعل راہ صفحہ ۱۶۸)

گویا نوجوانوں کی یہ پہلی باضابطہ مجلس تھی اور
اس مجلس کو یہ فخر بھی حاصل ہوا کہ سیدنا حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس کا نام تجویز
فرمایا۔ اس انجمن کا طریق کار یہ تھا کہ ہفتہ وار اور
پندرہ روزہ جلسے منعقد کر کے نوجوانوں کو تقریروں
کی مشق کی طرف راغب کیا جاتا اور دوسرے ایک
سہ ماہی رسالہ جاری کیا جس کا نام بھی تشحیذ الاذہان
رکھا گیا اور یہ نام بھی حضور علیہ السلام نے رکھا تھا۔
اس رسالہ میں اسلام اور احمدیت کی تائید میں نہایت
اعلیٰ مضامین شائع ہوئے اور اس انجمن کے جاری
کردہ ہر دو سلسلوں کی وجہ سے جماعت کے نوجوانوں
میں خدمتِ دین کا جذبہ اور شوق بڑھتا چلا گیا۔

رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء یکم مارچ ۱۹۰۶ء
سے ہوا۔ اس رسالہ کے پہلے ایڈیٹر سیدنا حضرت
صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ تھے۔ اس رسالہ
کے مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد تھے:۔

۱۔ اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا۔
۲۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وہ نصائح
جو گھر میں کہے جاتے ہیں شائع کرنا۔
۳۔ اسلام اور خصوصاً سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات
کا تہذیب کے ساتھ رد کرنا۔
۴۔ مشاہیر اسلام کی سوانح عمریاں درج کرنا۔
۵۔ مسائل شرعیہ کا اندراج۔ تاکہ ناواقف لوگ
واقفیت حاصل کریں۔
۶۔ اس رسالہ سے کوئی مالی فائدہ ہرگز مقصود نہیں
ہوگا اور جو آمد بھی ہوگی وہ اشاعت اسلام
میں خرچ کی جائے گی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۱ ٹائیٹل صفحہ ۲)

اس رسالہ کو نہ صرف جماعت احمدیہ کے اندر
بلکہ غیر از جماعت حلقوں میں بھی بہت قبولیت حاصل

ہوتی۔

ابتداء میں یہ رسالہ ہر تین ماہ بعد شائع ہوتا تھا مگر اگلے سال ہی اسے ماہنامہ کر دیا گیا۔ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو اس کی ادارت کا کام حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کے سپرد ہوا۔ آپ ۱۹۲۲ء تک بڑی عمدگی سے اس رسالہ کی ادارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آخر مارچ ۱۹۲۲ء میں اسے ریویو آف ریلیجنز اردو میں مدغم کر دیا گیا۔" (الفضل ۹ مارچ ۱۹۲۲ء)

خلافتِ اولیٰ کے زمانہ میں ایک طبقہ نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ اور مقامِ خلافت کے خلاف منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ نے جو مخالفین خلافت کی خطرناک اور گمراہ کن روش کو دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھ رہے تھے اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی گریہ وزاری سے دعائیں کیں۔ انہی دنوں فروری ۱۹۱۱ء میں آپ نے ایک رؤیا دیکھی کہ:۔

"ایک بڑا محل ہے اور اس کا ایک حصہ گرا رہے ہیں اور اس محل کے پاس ایک میدان ہے اور اس میں ہزاروں آدمی پتھیروں کا کام کر رہے ہیں اور بڑی سرعت سے اینٹیں پاتھتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں اور یہ کون لوگ ہیں۔ اور اس مکان کو کیوں گرا رہے ہیں؟ تو ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ جماعت احمدیہ ہے اور اس کا ایک حصہ اسلئے گرا رہے ہیں تا پُرانی اینٹیں خارج کی جائیں (اللہ رحم کرے) اور بعض کچی اینٹیں پکی کی جائیں۔ اور یہ لوگ اینٹیں اسلئے پاتھتے ہیں تا اس مکان کو بڑھایا جائے اور وسیع کیا جائے۔ یہ ایک عجیب بات تھی کہ سب پتھیروں کا منہ مشرق کی طرف تھا۔ اس وقت دل میں خیال گزرا کہ یہ پتھیرے فرشتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ جماعت کی ترقی کی فکر ہم کو بہت کم ہے بلکہ فرشتے ہی خدا تعالیٰ سے اذن پاکر کام کر رہے ہیں۔"

(اخبار بدر ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء)

یہ رؤیا بہت ہی اہم امور پر مشتمل تھا۔ آپ نے یہ رؤیا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کو سنائی اور پھر اسی رؤیا کی بناء پر آپ نے ایک انجمن بنانے کا فیصلہ فرمایا تا اس کے ذریعہ احمدیوں کے دلوں میں ایمان کو پختہ کیا جائے اور اعلائے کلمۂ اسلام کے کام کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ چنانچہ بڑی دعاؤں کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی اجازت سے ایک انجمن "انصار اللہ"

کی بنیاد ڈالی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مَیں بھی آپ کے انصار اللہ میں شامل ہوں"

(بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء)

اس انجمن کے قواعد و ضوابط حسب ذیل تھے :۔

۱۔ ہر ممبر کا فرض ہوگا کہ حتی الوسع تبلیغ کے کام میں لگا رہے اور جب موقعہ ملے اس کام میں اپنا وقت صرف کرے۔

۲۔ ہر ممبر قرآن شریف اور حدیث شریف پڑھنے پڑھانے میں کوشاں رہے

۳۔ ہر ممبر سلسلہ کے افراد میں صلح و اتحاد کی کوشش میں مصروف رہے اور جھگڑے کی صورت میں یا خود فیصلہ کریں ورنہ حضرت خلیفۃ المسیح سے راہ نمائی حاصل کریں۔

۴۔ ہر قسم کی بدظنیوں سے بچے جو اتحاد کو اور اتفاق کو کاٹتی ہیں۔

۵۔ ہر ماہ کے آخر میں اپنے کام کی رپورٹ دے۔

۶۔ اس انجمن کے ممبر رشتہ اتحاد و اخوت کو پختہ کرنے میں ہر ممکن ذرائع بروئے کار لائیں۔

۷۔ تسبیح و تحمید اور درود شریف بکثرت پڑھیں۔

۸۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی فرمانبرداری کا خاص خیال رکھیں۔

۹۔ پنجوقتہ نمازوں میں پابندی کے علاوہ نوافل، صدقہ اور روزہ کی طرف بھی توجہ رکھیں۔ آپ نے ممبرشپ کے لئے یہ شرط بھی عائد فرمائی کہ جو شخص اس انجمن میں آنا چاہے وہ سات دفعہ استخارہ کرے اور اگر اس کے بعد اس کا دل اللہ تعالیٰ کے تصرف سے اس طرف مائل ہو تو پھر شوق سے اس انجمن میں داخل ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

(اخبار بدر ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء)

اس اعلان پر مخلص اور فدائی نوجوانوں کی جماعت اس انجمن میں شامل ہو کر اعلائے کلمۂ اسلام میں پہلے سے زیادہ جوش اور جذبہ سے سرگرم عمل ہو گئی۔

۱۶ اپریل ۱۹۱۱ء کو "انصار اللہ" کا افتتاحی جلسہ قادیان میں منعقد ہوا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس جلسہ میں ممبروں کو قیمتی ہدایات دیں۔

آپ نے ممبران کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ تبلیغی لیکچر دینے کے لئے بہت مشق کریں اور ملازمت سے رخصت حاصل کر کے کریں بار بار آئیں۔ روزانہ تبلیغ کریں خواہ پانچ منٹ کے لئے ہی ہو۔ انصار کثرت سے باہم ملاقات کریں۔ کسی شہر میں جائیں تو وہاں کے انصار کو تلاش کر کے ملیں۔ اگر ریل میں سفر کر رہے ہیں تو جو سٹیشن رستے میں آتے ہوں وہاں کے انصار کو اطلاع دیں۔ انصار سفر میں حتی الوسع انصار کے پاس ہی قیام کریں۔ آپس میں ملیں تو صحابہ کی طرح دینی گفتگو کر کے

ایمان تازہ کرلیں - انصار اللہ کے لئے حضرت مسیح موعود
علیہ السلام، حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اور علمائے سلسلہ
کی بعض خاص کتابوں کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا جو
مختلف مذاہب کی تردید یا اسلام کی حمایت میں لکھی
گئی تھیں - (بدر ۹ نومبر ۱۹۱۱ء)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی سرپرستی
اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ
کی قیادت دونوں نے انجمن کے ممبروں میں زندگی کی
ایک نئی لہر دوڑادی اور اس کے ذریعہ سے تبلیغ
اسلام کا کام جو بہت پیچھے جارہا تھا پھر سے برق رفتاری
سے ساتھ شروع ہوگیا - اس انجمن کے ذریعہ جماعت
میں مبلغین اسلام کی ایک جمعیت تیار ہوگئی جس کے
ذریعہ آئندہ جماعت کی ترقی واشاعت کا بڑا کام
ہوا - انجمن نے اپنے خرچ پر ایک ممبر حضرت چوہدری
فتح محمد سیال رضی اللہ عنہ کو انگلستان میں تبلیغ
اسلام کے لئے بھجوایا - آپ ایک رنگ میں پہلے احمدی
مبلغ تھے جو احمدیوں کی طرف سے بیرونِ ہند میں
خالص تبلیغ کی غرض سے بھیجے گئے -

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مجلس خدام الاحمدیہ،
انجمن تشحیذ الاذہان اور انجمن انصار اللہ کی ارتقائی
شکل ہے - کیونکہ اس مجلس میں ہردو انجمنوں کی خصوصیات
مکمل طور پر جلوہ گر ہیں اور حضرت صاحبزادہ مرزا
بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی
براہِ راست قیادت غیر معمولی توجہ اور حیرت انگیز
قوت قدسی کی بدولت مجلس خدام الاحمدیہ میں تربیت
پانے کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو انتہائی اخلاص
اور فدائیت کے ساتھ کام کرنے والے افراد میسر
آگئے جنہوں نے آگے چل کر جماعت احمدیہ کی عظیم
ذمہ داریوں کا بوجھ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ
اپنے کندھوں پر اٹھایا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے
یہی امید رکھتے ہیں کہ وہ قیامت تک ایسے افراد
کو پیدا کرتا چلا جائے گا جو بڑی بشاشت اور
اخلاص کے ساتھ اس عظیم ذمہ داری کو نبھاتے چلے
جائیں گے -

مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے حضرت
المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے یہ پیشگوئی فرمائی :-

"میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلہ کو کس
کس رنگ میں نقصان پہنچایا جائیگا
میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلہ پر کیا کیا
حملہ کیا جائے گا - ایک ایک چیز
کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود
ہے اور اس کا ایک حصہ خدام الاحمدیہ
ہیں اور درحقیقت یہ رُوحانی ٹریننگ
اور رُوحانی تعلیم وتربیت ہے -
اس فوج کی جس فوج نے احمدیت
کے دشمنوں سے مقابلہ میں جنگ
کرنی ہے، جس نے احمدیت کے
جھنڈے کو فتح اور کامیابی کے ساتھ
دشمن کے مقام پر گاڑنا ہے بیشک
وہ لوگ جو ان باتوں سے واقف

نہیں وہ میری ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ ہر شخص قبل از وقت ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جو وہ اپنے کسی بندے کو دیتا ہے۔ ...... آج نوجوانوں کی ٹریننگ اور ان کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو رہا، مگر جب قوم تربیت پا کر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اُٹھنے پر اُٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دُنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔"

(مشعلِ راہ صفحہ ۲۱۱-۲۱۲)

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُور بین نگاہوں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ نوجوانوں کو درست کرنے اور ان کے اخلاق سدھارنے سے جماعت کو عظیم الشان فائدہ پہنچ سکتا ہے اسلئے آپ نے ابتداء سے ہی نوجوانوں کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی۔ کیونکہ کسی قوم کے نوجوانوں کی درستی ہی اصل کام ہوا کرتا ہے اور یہی کام ہے جو قوموں کی ترقی کے راستہ میں ممد اور معاون ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر ابتدائی زمانہ میں ایمان لانے والے زیادہ تر نوجوان ہی ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ بوڑھے بوڑھے اس کے سلسلہ میں شامل ہوں اور چند روز خدمت کر کے وفات پا جائیں اور سلسلہ کی تعلیم کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے والے کوئی نہ رہیں پس زیادہ تر نوجوان ہی الٰہی سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اور نوجوانوں کی جماعت ہی نبی کی تربیت میں رہ کر اپنی دینی حالت کو سدھارتی ہے۔ اور یہ نوجوان ہی ہوتے ہیں جو نبی کی وفات کے بعد ایک لمبے عرصہ تک اس کے لائے ہوئے نور کو دنیا میں پھیلاتے چلے جاتے ہیں اور خدام الاحمدیہ کے قیام کی بھی یہی غرض ہے حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولاد کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں اُن کی اولاد کے دلوں میں۔ یہاں تک

کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرلے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک ہی یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔" (مشعلِ راہ ص۳)

بہرحال ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خصوصی اجازت اور مکرم محترم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے (حال پرائیویٹ سیکرٹری حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ و ناظر بیت المال آمد) کی دعوت پر قادیان کے مندرجہ ذیل نوجوان آپ کے مکان متصل بورڈنگ مدرسہ احمدیہ پر جمع ہوئے :-

(۱) مکرم مولوی قمرالدین صاحب (۲) مکرم حافظ بشیر احمد صاحب (۳) مکرم مولانا ظہور حسین صاحب (۴) مکرم مولوی غلام احمد صاحب فرخ (۵) مکرم مولوی محمد صدیق صاحب (۶) مکرم سید احمد علی صاحب (۷) مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب (۸) مکرم مولوی محمد یوسف صاحب (۹) مکرم مولوی محمد احمد صاحب جلیل (۱۰) مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر۔

ان احباب نے مکرم مولوی قمرالدین صاحب کو صدر اور مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد کو سیکرٹری منتخب کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی نصرت پر بھروسہ رکھتے ہوئے خلافتِ حقّہ اسلامیہ کی تائید میں کوشاں رہنے اور اس کے خلاف اُٹھنے والے ہر فتنہ کے خلاف سینہ سپر ہونے کا عزم کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اس مجلس کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ حضور کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ اس مجلس کا نام تجویز فرمائیں۔ ۴ر فروری ۱۹۳۸ء کو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس تنظیم کا نام "مجلس خدام الاحمدیہ" رکھا۔ چنانچہ فروری اور مارچ میں قادیان کے مختلف حلقوں میں اس کی شاخیں قائم کردی گئیں۔

ابتداء میں حضورؓ نے اس امر کی اجازت عطا فرمائی کہ ہم ذوق لوگوں کو اپنے اندر شامل کریں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو باقی لوگوں کو بھی اپنے اندر شامل کریں۔ اس دوران مجلس کا کام یہ تھا کہ اس کے ارکان قرآن و حدیث، تاریخ، فقہ، احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے بارہ میں دینی کتب کا مطالعہ کرتے اور مخالفین کے فتنوں کے جواب میں تحقیق کرتے۔ ان دنوں شیخ عبدالرحمٰن مصری کا فتنہ برپا تھا۔ چنانچہ مجلس نے یکے بعد دیگرے مصری صاحب کے اشتہاروں کے رد میں دو ٹریکٹ لکھے جو بہت مقبول ہوئے۔ پہلا ٹریکٹ "شیخ مصری صاحب کا صحیح طریق فیصلہ سے فرار" کے عنوان سے شائع ہوا۔ دوسرے ٹریکٹ کا عنوان تھا "روحانی خلفاء کبھی معزول نہیں ہو سکتے۔"

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے مجلس خدام الاحمدیہ کے ارکان کی ان ابتدائی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے، فرمایا:-

"قادیان میں بعض نوجوانوں کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے اجازت حاصل کرتے ہوئے ایک مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے قائم کر دی ہے۔ ....

.... میں نے خاص طور پر انہیں یہ ہدایت دی ہے کہ جن لوگوں کی شخصیتیں نمایاں ہو چکی ہیں ان کو اپنے اندر شامل نہ کیا جائے۔ تا انہیں خود کام کرنے کا موقع ملے۔ ہاں دوسرے درجہ یا تیسرے درجہ کے لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ تا انہیں خود کام کرنے کی مشق ہو۔ اور وہ قومی کاموں کو سمجھ سکیں اور انہیں سنبھال سکیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ اس وقت تک انہوں نے جو کام کیا ہے اچھا کیا ہے اور محنت سے کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر میں انہیں یہ اجازت دے دیتا کہ وہ پرانے مبلغین مثلاً مولوی ابو العطاء اللہ دتہ صاحب یا مولوی جلال الدین صاحب شمس اور اس قسم کے دوسرے مبلغوں کو بھی اپنے اندر شامل کر لیں تو جو اشتہارات اس وقت انہوں نے لکھے ہیں سب وہی لکھتے، وہی اعتراضات کے جوابات دیتے اور دوسرے نوجوانوں کو کچھ بھی پتہ نہ ہوتا کہ اعتراضات کا جواب کس طرح دیا جاتا ہے۔ پس میں نے انہیں ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے سے روک دیا۔ میں نے کہا تم مشورہ بے شک لو مگر جو کچھ لکھو وہ تم ہی لکھو۔ تا تم کو اپنی ذمہ داری محسوس ہو۔ گو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شروع میں وہ بہت گھبرائے۔ انہوں نے ادھر اُدھر سے کتابیں لیں اور پڑھیں، لوگوں سے دریافت کیا کہ فلاں بات کا کیا جواب دیں۔ مضمون لکھے اور بار بار کاٹے مگر جب مضمون تیار ہو گئے اور انہوں نے شائع کئے تو وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔ اور میں سمجھتا ہوں وہ دوسرے مضمونوں سے دوسرے نمبر پر نہیں ہیں۔ گو ان کو ایک ایک مضمون لکھنے میں بعض دفعہ مہینہ مہینہ لگ گیا۔ اور ہمارے جیسا شخص جسے لکھنے کی مشق ہو شاید ویسا مضمون لکھنے

دو گھنٹے میں لکھ لیتا اور پھر کسی اور کی مدد کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔ مگر وہ دس بارہ آدمی ایک ایک مضمون کے لئے مہینہ مہینہ لگے رہے لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جو اسلامی لٹریچر ان کی نظروں سے پوشیدہ تھا وہ ان کے سامنے آگیا اور دس بارہ نوجوانوں کو پڑھنا پڑا۔ اور اس طرح ان کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ تو اگر اس قسم کے علمی کام یہ انجمنیں کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی تاریخ کی کتابیں، اسلامی تفسیر کی کتابیں، حدیث کی کتابیں، فقہ کی کتابیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں اور اسی طرح اور بہت سی کتب ان کے زیر نظر آجائیں گی اور انہیں اپنی ذات میں بہت بڑا علمی فائدہ حاصل ہوگا۔ دوسرا فائدہ جماعت کو اس قسم کی انجمنوں سے یہ پہنچے گا کہ اسے کئی مصنف اور مؤلف مل جائیں گے۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ نوجوانوں میں اعتماد نفس پیدا ہوگا اور انہیں یہ خیال آئے گا کہ ہم بھی کسی کام کے اہل ہیں۔ اب اگر میں بڑے آدمیوں کو بھی انہیں اپنے اندر شامل کرنے کی اجازت دے دیتا تو یہ سارے فوائد جاتے رہتے۔"

(مشعلِ راہ صفحہ ۱۶-۱۷)

اپریل ۱۹۳۸ء میں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے مسلسل خطبات کے ذریعہ قادیان اور باہر کی جماعتوں میں اس مجلس کے قیام کا ارشاد فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے کام میں بھی وسعت پیدا ہوتی چلی گئی + (محمد شفیق قیصر)

ذرا اپنا جائزہ لیجئے!

- کیا آپ نے اکتوبر، نومبر، دسمبر ۷۳ء اور جنوری ۷۴ء کی کارگزاری رپورٹس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ میں بھجوا دی ہیں؟
- کیا آپ نے اطفال الاحمدیہ کی صفِ اوّل اور صفِ دوم کی فہرست مرکز میں بھجوا دی ہے؟
- کیا آپ نے اطفال کو کتابچہ "یاد رکھنے کی باتیں" سو فیصد زبانی یاد کروا دیا ہے؟
- کیا آپ نے حضرت امیر المومنین کے ارشاد کی تعمیل میں اطفال کو ستر آیات زبانی حفظ کروا دی ہیں؟
- کیا آپ نے فہرست تجنید اطفال مرکز میں ارسال کر دی ہے؟
- کیا آپ نے اطفال کو انکے سالانہ امتحانات (ستارہ۔ ہلال۔ قمر۔ بدر) کی تیاری شروع کروا دی ہے؟

ایک حقیقی اور مخلص نگران کی طرف سے ان سوالوں کا جواب مثبت صورت میں ہونا چاہیئے۔ (مہتمم اطفال مرکزیہ)

محترم جناب نسیم سیفی صاحب

قُربِ منزل

محنت جو کرے گا اُسے محنت یہ کہے گی
منزل ہے قریب، اور قریب آکے رہے گی

کرتے ہیں جو کچھ کام وہ پا لیتے ہیں انعام
گنگا کبھی اُلٹی نہ بہی ہے نہ بہے گی

اُکھلی میں دیا ہے جو سر اپنا تو سمجھ لو
کمزور سہی جاں، پہ یہ ہر بات سہے گی

اِک حال پہ دُنیا نہ رہی کبھی اے دوست
اِک حال پہ اے دوست یہ دنیا نہ رہے گی

کم مایہ سمجھ کر جو ہمیں گھور رہے ہیں
کھل جائے گی جب آنکھ زباں کچھ نہ کہے گی

مٹ جائے گا دشمن کا ہر اک نقش جہاں سے
محمودؓ کی ہر بات یہاں ثبت رہے گی

دُھل جائے گی کوثر میں نسیمؔ آپکی ہر بات
ہر شعر سے تسنیم کی اک نہر بہے گی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

محترم شیخ عبدالقادر صاحب
رستم پارک - لاہور

بنی اسرائیل غورستان کاشغر اور کشمیر میں آباد ہوئے

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے کی تاریخ!

"حشمت کشمیر" کا ایک حوالہ

قبر موسیٰ کی حقیقت

عبدالقادر بن قاضی القضاۃ واصل علی خان نے ۱۲۴۵ھ (۱۸۲۶ء) میں "حشمت کشمیر" کے نام سے ایک تاریخ فارسی زبان میں مرتب کی۔ یہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ اس کے نادر قلمی نسخے، پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور، رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال (کلکتہ)، برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ یونیورسٹی لائبریری لاہور میں اس کا حوالہ "۱۶۳۲ انتخاب شعرانی" ہے۔ اسکے کچھ اوراق کا باقاعدہ فوٹو حاصل کر لیا گیا ہے۔

"حشمت کشمیر" میں پرانی تاریخوں کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ زمانہ قدیم میں بنی اسرائیل ــــ افغانستان، کشمیر ــــ اور کاشغر میں آن بسے تھے۔ پیغمبر اہل کتاب کی ایک قبر کشمیر میں ہے جسے موسیٰ کی قبر بتایا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی وادی کشمیر میں وارد ہوئے۔ ان کے بعد بنی اسرائیل کی یہاں حکومت رہی۔ بنی اسرائیل ــــ غور، کاشغر اور کشمیر میں بڑی کثرت سے آباد ہوئے۔ حضرت موسیٰ اور سلیمان علیہما السلام کی کشمیر میں آمد ایک تاریخی اشتباہ ہے۔ اس غلطی سے قطع نظر یہ حوالہ بہت قیمتی ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"بعض عالی شان، عقلمند، بشری شناس لوگ افغان قوم کے رؤسا سے ملاقات کرتے تھے اور ان کے چہرے مہرے کو دیکھ کر فرماتے تھے کہ اس جماعت کی شکل بنی اسرائیل یعنی یہود وغیرہ کے چہروں سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے لیکن اس جماعت کا غربی کوہستان (غورستان)

کے علاوہ بلدۂ کشمیر، لاہور و پشاور
کے نواح اور کابل، غزنی و قندھار
میں اس کثرت کے ساتھ وارد ہونا
اور قیام کرنا بعید معلوم ہوتا ہے۔
اگر اس قوم کی بابت ان کے غربی
ممالک یعنی بیت المقدس، مملکتِ
شام و مصر وغیرہ سے آنے کا
سبب کسی طرح معلوم ہو سکے تو تردّد
دُور ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کے
لکھنے والا اس بارے میں فکرمند تھا
سو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عمدہ طور
پر ہر دو منصف گواہوں کی شہادت
سے اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ ان
میں سے ایک کا نام

بدیع الزمان ابوالقاسم

ہے۔ یہ عالم "تاریخ کشمیر" کا مصنف
ہے اور دوسرا شخص "تاریخ مخزن
افغانی" کا مؤلف ہے جس کا نام

خواجہ نعمت اللہ بن خواجہ
حبیب اللہ ہروی

ہے۔ ان دونوں سے یہ بات متحقق
ہو گئی ہے کہ بنی اسرائیل یہاں آئے
ہیں۔

صاحب تاریخ کشمیر یعنی بدیع الزمان
حضرت سلیمان بن داؤد علیٰ نبیّنا
علیہما السلام کی رونق افروزی
اور تخت سلیمان کے ذکر میں جو کہ کشمیر
میں متبرک مقامات میں سے ہے لکھتا
ہے سلیمان بن داؤد کی تشریف آوری
کے بعد آپ کے چچازاد شاخ میں
چند پشت تک کشمیر میں فرمانروائی رہی
اس لئے بنی اسرائیل کی قوم کا کشمیر
و کوہستان غزنی کے اندر وارد
ہونا صاف ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ
جناب سلیمان علیہ السلام بنی اسرائیل
میں سے تھے۔ اور مشہور ہے کہ باوجود
پیغمبری کے سلیمان علیہ السلام کی
فرمانروائی جن و انس پر بھی تھی اور
ظاہر ہے کہ یہاں بنی اسرائیل چند
پشتوں تک حکمران رہے ہوں اس
مملکت میں اور اس کے قرب و جوار
میں بنی اسرائیل کا رہنا مستبعد نہیں ہے
بلکہ نہایت واضح امر ہے۔

صاحب تاریخ مخزن افغانی نے
دوسری روایت یہ درج کی ہے کہ
جب بخت نصر نے بیت المقدس کو
لوٹ کھسوٹ لیا اور بنی اسرائیل
کو قتل کیا اور لاکھوں اشخاص کو
قیدی بنا کر عراق میں لے آیا تو اس
وقت افغانوں کے اسلاف جو کہ

قوم کے سردار تھے بدوی طریق پر
آوارہ اور زوال پذیر ہو گئے۔
اور پھر اسی کوہستان میں آباد
ہو گئے۔ علمائے انساب افغان
قوم کا شجرہ ملک طالوت (بنی
اسرائیل کے پہلے بادشاہ) سے ملا
دیتے ہیں اور کہتے ہیں طالوت کے
دو بیٹے تھے ایک کا نام ادریاہ
(ارمیا) تھا اور دوسرے کا نام
برخیاہ۔ برخیاہ کے ایک بیٹے کا
نام اصفہان خاں اور دوسرے
کا آصف تھا۔ آصف، حضرت
سلیمانؑ کا وزیر تھا۔ ادریاہ (ارمیا)
کے بیٹے کا نام افغنہ تھا وہ حضرت
سلیمانؑ کے لشکر کا سپہ سالار تھا
.... افغانوں کے بزرگ جن کو
افاغنہ کا لقب دیا جاتا ہے اسکی
یہی وجہ تسمیہ ہے کہ اس قوم کا
مورث اعلیٰ افغنہ تھا اور بخت نصر
کے غلبہ کے وقت غربت کی حالت
میں وہ اس ملک میں آیا یعنی کا شغر،
غور، وغیرہ میں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افغان
بزرگوں میں سے ایک شخص حضرت
خالدؓ بن ولید سیف اللہ کے ذریعہ
(جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
بڑے صحابی تھے) مسلمان ہو گیا اور
تیسری خلافت کے زمانے میں اسلامی
سپہ سالار احنف بن لیث کے ساتھ
خراسان و توران کے اکثر شہر
فتح کئے اور اُن کے ساتھ اس
ملک میں وارد ہوا اور اسی جگہ
کو اس نے اپنا وطن بنا لیا۔ اس
کے کچھ عرصہ بعد اس قوم کی اولاد
بہت کثیر ہوئی۔ ایک دفعہ اس قوم
کے چند ہزار سوار اور نیزہ بردار
اشخاص سلطان محمود غزنوی کے دربار
میں حاضر ہوئے اور ہندوستان کی
فتوحات میں سلطان کے رفیق رہے"
(حشمت کشمیر ورق ۸۱، ۸۲۔
قلمی نسخہ یونیورسٹی لائبریری)

(۲)

"حشمتِ کشمیر" میں قبرِ موسیٰؑ کا بھی ذکر ہے۔
ورق ۷، ۸ یونیورسٹی لائبریری لاہور کے نسخہ میں سے
غائب ہے۔ کہیں کھو گیا ہے لیکن ایشیاٹک سوسائٹی
بنگال کے نسخہ ۱۲۲ میں موجود ہے۔ اس ورق پر لکھا
ہے:-

"حضرت موسیٰؑ کشمیر آ گئے تھے اور
لوگ اُن پر ایمان لائے۔ آپ کے
بعد بھی وہ ایمان دار بنے رہے۔

اور بعض نہیں رہے۔ وہ یہیں وفات پا گئے اور دفن بھی یہیں ہوئے۔ باشندگانِ کشمیر آپ کی قبر کو پیغمبر اہلِ کتاب کی زیارت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔"

(رائل ایشیاٹک سوسائٹی
نسخہ ۱۹۲۰ء ص ۷)

قبرِ موسیٰ باندی پور کے ایک پہاڑ بال نیٹو پر ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس قبر کے قرب و جوار میں بعض مقامات کے نام تورات میں مذکور مقامات قبرِ موسیٰ سے ملتے جلتے ہیں۔ کشمیر کی قبرِ موسیٰ یہودی طرز پر شرقاً غرباً ہے جبکہ مسلمانوں کی قبریں شمالاً جنوباً ہوتی ہیں۔

(۳)

"حشمتِ کشمیر" نے بدیع الزمان کی تاریخِ کشمیر کا حوالہ دیا ہے۔ یہ تاریخ برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔ آج سے سوا سو سال قبل ایچ۔ایچ ولسن نے اپنے ایک مقالہ

"The Hindu History of Kashmir"

میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بدیع الدین نے پیدائشِ عالم سے ہی تاریخ کا آغاز کیا۔ اس نے یہ بیان کیا کہ ہبوطِ آدم سرندیپ میں ہوا۔ یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کشمیر میں آ گئے۔ یہاں آپ کے فرزند شیث کی نسل میں ۱۱۱۰ سال تک حکومت رہی۔ طوفانِ نوحؑ کے بعد کشمیر میں ترکستان سے آمدہ قبیلہ حکمران ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وادیٔ کشمیر کے لوگوں کو توحید کا سبق دیا۔ وہ یہاں فوت ہوئے۔ ان کی قبر آج بھی کشمیر میں بتائی جاتی ہے۔"

بدیع الدین کی تاریخ میں یہ بھی مذکور ہے کہ تختِ سلیمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری مدفون ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

The Hindu History
of Kashmir by H.H
Wilson.
Susid Gupta
(India) Calcutta
P. 8, 28

(۴)

کشمیر میں حضرت موسیٰ اور سلیمان علیہما السلام کی آمد کا خیال کس طرح پیدا ہوا؟ یہ ایک تاریخی اشتباہ ہے۔ موسیٰ یا تو کشمیر کے علماء بنی اسرائیل میں سے کسی کا نام ہے یا پھر یہ صورت قرینِ قیاس ہے کہ ارضِ کنعان کو چھوڑتے ہوئے موآب کے پہاڑی علاقے میں قبرِ موسیٰ کو بنی اسرائیل نے بے نشان کر دیا، ان کی

مقدس ہڈیاں سمیٹ لیں۔ عرصہ دراز کے بعد جب وہ کشمیر میں بس گئے تو یہاں دفن کر دیں۔ تورات میں صاف لکھا ہے کہ قبر موسیٰؑ بے نشان ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں دفن ہیں کیونکہ بابلی بادشاہ قومی مشاہیر کی قبروں کو کھود کر ان کی ہڈیاں زمین پر بکھیر دیتے تھے (یرمیاہ ۸/۱-۳) اس لئے احتمال ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت کلیم اللہ کی قبر کھود کر ان کی بابرکت ہڈیوں کو سمیٹا اور وہاں سے چل دیئے۔ عرصہ دراز کے بعد جب انہیں کشمیر میں پناہ ملی تو یہ امانت یہاں دفن کر دی گئی۔ تورات میں ہے کہ قبر موسیٰؑ کے نواح میں کوہ نبو ہے۔ کشمیر میں نبو بال پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔ بموجب تورات قبر موسیٰؑ کے قریب ہی ایک اعتقاد گاہ ہے (استثناء ۳۴/۶) کشمیر میں بھی قبر موسیٰؑ کے پاس اس سے ملتے جلتے نام … المقام ہے۔ بنی اسرائیل نے مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کو کنعان میں منتقل کیا۔ اسی سنت کے مطابق حضرت موسیٰؑ کی مبارک ہڈیوں کو کشمیر میں پہنچایا گیا۔ اس سلسلہ میں تورات کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں۔ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل جب مصر سے نکلے تو

"موسیٰ نے اپنے ساتھ یوسف کی ہڈیاں لیں کیونکہ یوسف نے بنی اسرائیل کو قسم دے کر کہا تھا کہ ...... میری ہڈیوں کو اپنے ساتھ لے جانا"

(خروج ۱۳/۱۹)

"اور یوسف کی ہڈیوں کو جنہیں بنی اسرائیل مصر سے لائے تھے انہوں نے کنعان میں گاڑا۔" (یشوع ۲۴/۳۲)

"اگر کوئی آدمی یوسف کی مثل پیدا نہیں ہوا اور اس کی ہڈیوں کی بھی خبر گیری کی گئی۔"

(یشوع بن سیراخ ۴۹/۱۷-۱۸)

اس واقعہ کے سات سو سال بعد بخت نصر طوفان اور آندھی بن کر اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے مشرق وسطی کے بلاد و امصار پر چھا گیا۔ بنی اسرائیل کی جلا وطنی سے قبل حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے قوم کو انتباہ کیا کہ اہل بابل آئیں گے اور تمہارے نبیوں، ائمہ اور مشاہیر کے مقبرے کھود ڈالیں گے اور ان کی ہڈیاں کھلے آسمان کے نیچے پڑی رہیں گی یا اپنے دیوتاؤں کے قدموں میں ڈال دینگے (یرمیاہ ۸/۱تا۴) اس انتباہ کے بعد اگر بالفرض بنی اسرائیل نے کلیم اللہ کی ہڈیوں کو سمیٹ کر ان کی قبر کو بے نشان کر دیا تو یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے۔ حضرت یرمیاہ نبی کا شاگرد بارُوک لکھتا ہے کہ بابلی فوج نے ایسا ہی کیا:۔

"ہمارے بادشاہوں اور ہمارے باپ دادا کی ہڈیاں ان کی جگہ سے نکالی جائیں۔ اور دیکھ وہ دن کی گرمی اور رات کی سردی میں پھینکی گئی ہیں۔" (کتب اپاکرفا، صحیفہ بارُوک ۲/۲۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر چونکہ بے نشان
کردی گئی اسلئے ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہوا۔
پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اصل قبر تو وہ ہے جس
کی مٹی میں آپ کا جسم مبارک تحلیل ہوا جس کے متعلق
صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اگر میں وہاں ہوتا (یعنی ارض مقدس
کے قریب) تو راستے کے کنارے پر
سرخ ٹیلے کے پاس ان کی قبر تمہیں
دکھا دیتا (بخاری)

کشمیر کی قبر وہ ہو سکتی ہے جس میں کلیم اللہ کی مقدس
ہڈیاں دفن ہیں۔ گویا جس طرح خروج مصر کے وقت
حضرت موسیٰ علیہ السلام مخفی طور پر حضرت یوسف
علیہ السلام کی ہڈیوں کو اٹھا لائے اور کنعان میں لاکر
دفن کیا اسی طریق پر خروج کنعان کے وقت بنی اسرائیل
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہڈیوں کو سمیٹ لائے اور
دربدر کی ٹھوکریں کھاتے اور منزلیں مارنے کے
بعد جب وہ کنعان ثانی ـــ 'بلدہ کشمیر' میں پہنچے
تو یہاں وہ امانت سپرد خاک کردی اور ارد گرد
کے مقامات کے وہی نام رکھ دیئے جو کہ کنعان کے
نواح میں قبر موسیٰ سے متعلق ہیں۔ اس مزار کے متولی
بتاتے ہیں کہ یہاں اولیاء اللہ نے چلّے کئے۔ چار سو
سال پہلے حضرت مخدوم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے
یہاں آکر چالیس دن عبادت کی ہے۔ ملا محمد خلیل
مؤرخ آج سے ۱۱۰ سال پیشتر لکھتے ہیں:۔

"آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ
ابھی جبکہ حضرت ختم المرسلینؐ پیدا
بھی نہیں ہوئے تھے یہ کشمیر کے
مسلمان سابقہ اہل کتاب کے پیغمبروں
کے اُمتی بنے ہوئے تھے۔

(تاریخ خلیل بزبان فارسی غیر مطبوعہ
از ملا محمد خلیل مرجانپوری۔ سال
تصنیف ۱۲۸۳ھ)

پنڈت ہرگوپال تاریخ گلدستہ کشمیر میں لکھتے ہیں:۔

"مسلمان لوگ بھی اس (ملک)
کو بہشت نظیر اور باغ سلیمان
کے نام سے پکارتے ہیں۔۔۔۔
ان کا قول ہے کہ حضرت سلیمانؑ
بھی یہاں آئے تھے اور بعض کا
اعتقاد ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا گزر
بھی یہاں ہوا تھا" (ص۱۷)

۵

اب مجھے یہ بتانا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
کی آمد بھی ایک تاریخی اشتباہ ہے۔ اشتباہ کی بنیاد
سرینگر کا نواحی پہاڑ "تخت سلیمان" ہے۔ کشمیر کی
ایک پرانی تاریخ ملی ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام جب کشمیر میں آئے تو وہ کوہ شنکر
اچارج کے مندر کی مرمت سلیمان نامی اسرائیلی
انجینئر کے سپرد ہوئی۔ یہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا مرید خاص تھا اس نے معبد کی مرمت کا کام
سرانجام دیا۔ اور اس پہاڑی پر "یسوع پیغمبر

بنی اسرائیل" کے نام کے کتبات لگائے۔ ظاہر ہے کہ اسی شخص کے نام پر "کوہ شنکر اچارج" کا نام "تختِ سلیمان" ہؤا۔ بعد میں یہ اشتباہ ہوگیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام یہاں آئے ہیں۔

بدیع الدین نے جو یہ لکھا ہے کہ تختِ سلیمان پر حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری کی قبر ہے ہوسکتا ہے کہ آپؑ کے سلیمان نامی مرید یہاں دفن ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح کشمیر میں آکر "کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے ان کی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا۔"[۵] کشمیر کی مذکورہ تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس ورق کا عکس شائع ہو چکا ہے جس میں "وادیٔ اقدس" کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "مرفوع" ہونے اور یہاں زندگی بسر کرنے کا ذکر ہے۔ اب یہ عکس سری نگر میں ایک مصور کتاب میں دوبارہ شائع ہؤا ہے۔ اس کتاب میں "قبرِ موسیٰ"۔ "قبر یوز آسف" کے فوٹو ہیں۔ ایک نقشہ بھی ہے جس میں قبرِ موسیٰ کے ماحول کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام "Mysteries of Kashmir" ہے۔ کتاب کا مطمح نظر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کشمیر میں آباد ہوئے۔ قبر یوز آسف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ یہ کتاب انچارج محکمہ آثارِ قدیمہ سرینگر کے تعاون سے شائع ہوئی ہے۔

اس تحقیق سے ثابت ہے کہ کشمیر میں بنی اسرائیل وارد ہوئے۔ انہوں نے اس علاقہ کو ارضِ کنعان کی طرح آباد کیا۔ یہاں کلیم اللہ کی ہڈیاں دفن کی گئیں۔ اور گرد کے مقامات کے نام وہی رکھے گئے جو کہ کنعان کی سرحد پر قبرِ موسیٰ کے ماحول میں تھے۔ پھر یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے ان کا مقبرہ یوز آصف کے نام سے موجود ہے۔ ان کے شاگرد سلیمان سے یہ اشتباہ ہؤا کہ حضرت سلیمانؑ یہاں آئے ہیں۔ یہ شاگرد غالباً تختِ سلیمان پر دفن ہے یہ سب باتیں اسرارِ کشمیر میں سے ہیں۔ کاسرُ الصلیب کے عہد میں ان اسرار سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ ایک وقت آئیگا کہ قبر یوز آسف کی کھدائی ہوگی۔ سرینگر کے عالم آثارِ قدیمہ کھدائی کی تحریک کو بین الاقوامی پلیٹ فارم سے پیش کر رہے ہیں اور حقائق الواح کی صورت میں دنیا کے سامنے آجائیں گے وہ دن گمشدہ صداقت کے مکمل اظہار کا دن ہوگا۔

اب تو خوشبو آرہی ہے میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی کتاب "الہدیٰ" میں فرماتے ہیں:-

"حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں قبروں کے کتبے لکھنے کا رواج تھا... عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ آپؑ کی قبر ان آثار سے خالی ہوگی اور پھر قبر کو کھودا بھی جائے تو کئی عجیب و غریب اسرار ظاہر ہوں گے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔" (الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ صفحہ ۱۱)
(عربی عبارت کا اردو ترجمہ)

---

۵ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۶۰

جناب قیس مینائی کراچی

یہ نظم قادیان کے پہلے وقارِ عمل کے موقعہ پر کہی گئی اور جلسہ عام میں پڑھی گئی۔ مقطع میں ذرا سی تبدیلی کر کے "ربوہ" اور "حضرت ناصر" کر دیا گیا ہے۔ باقی سب نظم وہی ہے۔ پہلی بار طبع ہو رہی ہے۔ حضرت اقدس المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کراچی میں فرمایا تھا کہ ٹیپ کا مصرع ساری جماعت جلسہ میں آواز ملا کر پڑھا کرے۔ کراچی میں وقارِ عمل کے موقعہ پر ایسا کرنے سے ایک عجیب سماں بندھ جاتا ہے۔ اگر ہر جگہ وقارِ عمل میں اس نظم کو اس طرح پڑھیں کہ ایک خوش آواز و خوش گلو بند کے چاروں مصرعے خود تنہا پڑھے پھر پانچواں مصرع دو تین خوش آواز دوست مل کر پڑھیں اور چھٹا مصرع جو ٹیپ کا آخری مصرع ہے یعنی "وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے" تمام حاضرین ایک آواز ہو کر پڑھا کریں تو عجیب اثر پیدا ہوتا ہے۔ یہ ہدایت حضرت اقدس مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے۔ چونکہ نظم طویل ہے ضروری نہیں کہ ساری نظم ایک ہی نشست میں پڑھی جائے۔ اگر وقت ہے وقارِ عمل شروع کرنے سے قبل تو بے شک ساری پڑھ لیں ورنہ جو بند اور جتنے بند مناسب ہوں پڑھے جایا کریں مگر اسی طریق سے پڑھیں۔

۱۔ یہ نقشِ عمل ہے نگارِ عمل ہے ۔۔۔ جہانِ عمل کارزارِ عمل ہے
یہ راہِ عمل راہوارِ عمل ہے ۔۔۔ عمل آپ ہی شہسوارِ عمل ہے
وقارِ عمل خود وقارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۲۔ عمل زیبِ انساں رازِ آسودگی ہے ۔۔۔ عمل گر نہیں ہے تو بد قسمتی ہے
عمل دین ہے دین کی روشنی ہے ۔۔۔ وقارِ عمل اصل میں زندگی ہے
وقارِ عمل افتخارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۳۔ جہانِ عمل کارگاہِ ترقی ۔۔۔ قیامِ عمل عزّ و جاہِ ترقی
عمل ہے سیاحت نگاہِ ترقی ۔۔۔ وقارِ عمل شاہراہِ ترقی

ہر اک ارتقاء اعتبارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۴- عمل دُرجِ درخشانِ لعل و گہر ہے — عمل اک درِ جنّتِ مستقر ہے
عمل ایک پیغامِ فتح و ظفر ہے — عمل عہدِ نو ہر ایک بیدار سحر ہے
یہ سب گرمیٔ کارزارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۵- اگر باغ میں محنتی باغباں ہے — عمل اس کی تقدیر کا پاسباں ہے
عمل گلستاں ہے عمل بوستاں ہے — عمل ایک فردوسِ آرام جاں ہے
چمن در چمن لالہ زارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۶- اُبلتے ہوئے صاف چشموں کے پانی — وہ بہتے ہوئے پانیوں کی روانی
وہ دریا میں طغیانیوں کی جوانی — وہ پل پل کے موجوں کی اک نغمہ خوانی
جدھر دیکھئے کاروبارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۷- تسلط سمندر کی گہرائیوں پر — سمندر کی امواج پہنائیوں پر
ہواؤں کی شہ زور رعنائیوں پر — عمل کامراں چرخ پیمائیوں پر
غرض ہر طرف اقتدارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۸- زمانہ صدا پر صدا دے رہا ہے — سبق پر سبق برملا دے رہا ہے
ہر اک پتّہ پتّہ پتہ دے رہا ہے — ہر اک ذرّہ ذرّہ ندا دے رہا ہے
جہاں خود رازدارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۹- عمل کر عمل کا زمانہ یہی ہے — نہ جائے خطا جو نشانہ یہی ہے
تری زندگی کا فسانہ یہی ہے — وقارِ عمل کا ترانہ یہی ہے
فضا بر فضا نغمہ زارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۱۰۔ پیئے جا تو عرفاں کا جام گلابی — کھڑی ہے ترے سامنے کامیابی
بنا ایسی مے نوش چشمِ شرابی — بھڑک اٹھے اک نشۂ التہابی
کہ آنکھوں میں تیری خمارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۱۱۔ تو ہے مردِ غازی تجھے کس کا ڈر ہے — نیستانِ ملت کا تو شیرِ نر ہے
خطر کیا ہے گر وادیٔ پُر خطر ہے — ترے پاس ایمان کی اک سپر ہے
ترے ہاتھ میں ذوالفقارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۱۲۔ ترے عزم کا اک زمانہ ہے قائل — تجھے طارقانہ ارادے ہیں حاصل
تری فتح مندی ہے ساحل بہ ساحل — رواں کارواں تیرا منزل بہ منزل
ترا ہر قدم کامگارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۱۳۔ عمل جیت لیتا ہے ہر ایک پالی — ظفر مندیوں کا ہے یہ بابِ عالی
اسی نے سیاست میں اک جان ڈالی — اسی نے عنانِ حکومت سنبھالی
وقارِ عمل تاجدارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۱۴۔ وصیت کا اک راز جب سے عیاں ہے — نظامِ کہن دھجیاں دھجیاں ہے
نئی اک زمیں ہے نیا آسماں ہے — عمل ہفت اقلیم پر حکمراں ہے
عمل ہی سے قائم وقارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

۱۵۔ یہ ربوہ خلافت کا جو مستقر ہے — یہ وہ مستقر ہے جہاں جلوہ گر ہے
وہ ناصر کہ جو ابنِ فضلِ عمر ہے — امامِ جہاں قیس کا راہبر ہے
یہ قدرت کا نقش و نگارِ عمل ہے
وقارِ عمل شاہکارِ عمل ہے

شعبۂ صحتِ جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیرِ اہتمام

ربوہ میں تیسرے کامیاب گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ کا انعقاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی تشریف آوری اور اپنے دستِ مبارک سے انعامات کی تقسیم

ربوہ ۱۵-۱۶-۱۷ تبلیغ ۱۳۵۳ ہش (مطابق ۱۵-۱۶-۱۷ فروری ۱۹۷۴ء) بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے شعبۂ صحتِ جسمانی کے زیرِ اہتمام گھوڑ دوڑ کا تیسرا نہایت کامیاب ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔ ۱۵ فروری کو بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت بنفسِ نفیس تشریف لا کر ٹورنامنٹ کا افتتاح فرمایا۔ دوسرے روز بھی حضور ٹورنامنٹ میں تشریف لائے اور تیسرے روز کی اختتامی تقریب بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں حضور نے نیزہ بازی کے انفرادی و اجتماعی فائنل مقابلہ جات ملاحظہ فرمائے۔ خدام کو قیمتی ہدایات سے نوازا اور پھر اپنے دستِ مبارک سے نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے اصحاب کو انعامات عطا فرمائے۔ بالآخر اجتماعی دُعا کے ساتھ یہ ٹورنامنٹ نہایت کامیابی کے ساتھ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

واضح رہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ مُسلمہ کو گھوڑوں کی پرورش اور ان کی نگہداشت کرنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے اور بطور پیشگوئی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ تا قیامت اُمتِ مُسلمہ کے لئے خیر و برکت وابستہ رہے گی (بخاری کتاب الجہاد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی پُرحکمت اور مبارک ارشادات کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے ذی استطاعت احباب کو اچھی نسل کے گھوڑے پالنے کی خصوصی تحریک فرمائی ہے۔ اسی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ٹورنامنٹ منعقد کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس دفعہ اس ٹورنامنٹ میں ملک کے مختلف حصوں سے آنے والے ۱۰۵ گھوڑے شامل ہوئے جبکہ گزشتہ ٹورنامنٹ میں ۴۰ گھوڑے شریک ہوئے تھے۔

افتتاحی تقریب

ٹورنامنٹ کا افتتاح ۱۵ فروری بروز

جمعۃ المبارک بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم الاسلام کالج اور محلہ دارالعلوم کے درمیانی وسیع میدان میں تشریف لا کر فرمایا۔ حضور کی تشریف آوری پر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے منتظمین نے حضور کا خیر مقدم کیا۔ حضور نے انہیں مصافحہ کا شرف بخشا بعد ازاں کارروائی کا آغاز مکرم قاری حافظ محمد عاشق صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے کیا جس کے بعد مکرم مرزا محمد افضل صاحب متعلم جامعہ احمدیہ نے مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب اختر کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا۔

"میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس
ٹورنامنٹ کا افتتاح کرتا ہوں
اور اسی سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ
ہماری اس سعی کو جو محض اسی کی رضا
کی رضا کی خاطر کی گئی ہے بابرکت
بنائے، اسے ہر قسم کے حادثات سے
محفوظ رکھے اور ہم سب کو بلکہ ساری
دنیا کو بھی ہر قسم کے مصائب سے
محفوظ رکھے اور نجات کے سامان
پیدا فرمائے۔ آمین"

اس مختصر خطاب کے بعد حضور نے گھوڑوں کا مارچ پاسٹ ملاحظہ فرمایا۔ جس کے بعد نیزہ بازی کے سنگل مقابلے شروع ہوئے۔ یہ مقابلے بھی حضور نے ملاحظہ فرمائے۔

۱۶ فروری کو دن بھر یہ ٹورنامنٹ جاری رہا جس میں ۸۰۰ گز سیمی فائنل دوڑ، شتر چال، دُلکی چال، نیزہ بازی اور گھوڑوں کی نمائش وغیرہ کے سیمی فائنل مقابلے شامل تھے۔ اس روز بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لئے تشریف لائے۔ حضور نے مختلف مقابلے ملاحظہ فرمائے اور ضروری ہدایات سے نوازا۔ یہ نہایت دلچسپ مقابلے ۱۷ فروری کو بھی جاری رہے جبکہ انفرادی اور اجتماعی نیزہ بازی اور ۸۰۰ گز کی دوڑ کے فائنل مقابلے ہوئے۔ مقامی احباب تینوں روز بڑی کثرت کے ساتھ آکر غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ یہ مقابلے دیکھتے رہے۔ مکرم چوہدری مبشر احمد صاحب وریام ایڈووکیٹ سرگودھا مقابلہ جات کی تفصیل بطور رننگ کومنٹری لاؤڈ سپیکر پر بڑی عمدگی سے اور دلچسپ انداز میں بیان کرتے رہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اختتامی تقریب

۱۷ فروری کو بعد نماز عصر اس ٹورنامنٹ کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر پہلے انفرادی نیزہ بازی کے فائنل مقابلے ملاحظہ فرمائے جس کے بعد مکرم لئیق احمد صاحب طاہر نے تلاوت قرآن پاک سے کارروائی کا آغاز کیا۔ مکرم ظفر احمد صاحب سرور متعلم جامعہ احمدیہ نے مکرم نصیر احمد صاحب کی ایک نظم خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر سنائی۔

تلاوت و نظم کے بعد محترم عطاء المجیب صاحب راشد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اس ٹورنامنٹ کی
مختصر رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے فرمایا:-
شعبہ صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ
مرکزیہ کے زیر اہتمام تیسرا گھوڑ دوڑ
ٹورنامنٹ آج اختتام پذیر ہو رہا ہے
اس ٹورنامنٹ کا آغاز اور انعقاد سیدنا
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ
بنصرہ العزیز کی خصوصی توجہ اور دلچسپی کا
مرہون منت ہے۔ گزشتہ سال اس
ٹورنامنٹ میں ۴۰ گھوڑے شامل ہوئے
تھے۔ اس موقعہ پر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ
بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا تھا کہ آئندہ
سال ٹورنامنٹ میں چار سو گھوڑے ہونے
چاہئیں۔ اگرچہ ہم حضور کی اس مبارک
خواہش کو اس سال مکمل صورت میں پورا
نہیں کر سکے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا خاص
فضل و احسان ہے کہ امسال ۱۰۵
گھوڑے اس ٹورنامنٹ میں شامل ہوئے۔
شمولیت کی ضلعوار تفصیل یہ ہے۔ ضلع
سرگودھا ۶۲۔ ضلع جھنگ ۲۸۔ ضلع
گوجرانوالہ ۱۰۔ ضلع شیخوپورہ ۳۔ ضلع
لائل پور ۱۔ ضلع تھرپارکر ۱۔
گھوڑوں کی شمولیت کے سلسلہ میں قائدین
اضلاع و علاقہ کے علاوہ بعض مخلص دوستوں
نے دن رات کام کیا ہے اسی طرح ٹورنامنٹ
کے انعقاد کے سلسلہ میں انتظامیہ کے سب
ممبران نے بھی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ میں
ان سب کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست
کرتا ہوں۔ یہ امر ہم سب کے لئے بے حد
خوشی کا موجب ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ
نے کل اس امر کا اعلان فرمایا کہ اس سال
سے انفرادی نیزہ بازی میں اول آنے
والے کو سونے کا تمغہ اور اس کے بعد
کے پانچ سواروں کو چاندی کا تمغہ دیا
جایا کرے گا۔ بالآخر حضور اقدس کی خدمت
میں عاجزانہ درخواست ہے کہ امتیاز
حاصل کرنے والے گھوڑ سواروں میں
اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم
فرمائیں اور اپنے ارشادات سے نوازیں۔"

صدر صاحب کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیرت افروز مختصر
خطاب میں فرمایا:-

"میرا تاثر یہ ہے کہ اس دفعہ کے
مقابلے پہلے کی نسبت اپنے معیار
اور تعداد کے لحاظ سے بہت بہتر
ہیں مگر کارکنان کی ناتجربہ کاری کی
وجہ سے اس کا انتظام اتنا اچھا نہیں
تھا جتنا کہ احمدی نظام کے ماتحت
ہونا چاہیئے اسلئے میں کارکنان کو

مشورے اور ہدایات دینے کی
غرض سے ایک کمیٹی کی تشکیل کا فیصلہ
کرتا ہوں جو سات افراد پر مشتمل
ہوگی۔ اس کے صدر مرزا طاہر احمد
صاحب ہوں گے اور ممبروں میں
چوہدری بشیر احمد صاحب شیخوپورہ
اور مکرم عبدالسمیع صاحب نون سرگودھا
شامل ہوں گے۔ بقیہ ممبروں کے ناموں
کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا۔

اس موقعہ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:۔

"ایک اعلان میں یہ کرنا چاہتا ہوں
کہ ہر وہ ضلع جس کے سب سے زیادہ گھوڑے
اس مقابلہ میں شامل ہوں گے ایک
ہزار روپیہ اس ضلع کو انعام دیا
جائے گا۔ اور ہر وہ گاؤں جس سے
۱۰ سے زائد گھوڑے اس مقابلہ میں
شامل ہوں گے ان میں سے جو سب
سے زیادہ گھوڑے بھیجنے والا گاؤں
ہوگا اس گاؤں کو ایک سونے کا
تمغہ دیا جائے گا۔"

گھوڑسواروں سے خطاب کرتے ہوئے حضور نے
فرمایا:۔

"دنیا گھوڑوں کے مقابلے کرتی
ہے ہم بھی کرتے ہیں لیکن دنیا کے
مقابلوں اور ہمارے مقابلوں میں
ایک فرق ہے۔ ہماری یہ خواہش
ہے کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ ہم سے
راضی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانی میں
قیامت تک کے لئے اُمتِ محمدیہ
کے لئے برکات رکھی گئی ہیں۔ ان برکات
کے حصول کے لئے علاوہ اور بھی
بہت سی برکتیں ہیں جس کی تفصیل میں
میں اس وقت جانا نہیں چاہتا یہ
مقابلے کروائے ہیں۔ اگر ہم نے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
کے تحت اس برکت کے حاصل کرنے
کے لئے یہ مقابلے کرتے ہیں تو اس
سلسلہ میں یہ بھی ضروری ہے۔ کہ
گھوڑوں کے متعلق حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے جو ارشادات ہیں ان پر
بھی عمل کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے گھوڑے کی دُم کے بال کاٹنے
سے بھی منع فرمایا ہے اور گھوڑے
کی عیال کے بال کاٹنے سے بھی منع
فرمایا ہے۔ پس احمدیوں کا فرض ہے
کہ نہ ان کی دُمیں کاٹیں اور نہ انکی
عیال کاٹیں۔

مختصر خطاب کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
نے اپنے دستِ مبارک سے مختلف مقابلہ جات میں امتیازی

(بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

مکرم عبدالمجید چوہدری صاحب ایم ایس سی ایم۔ اے، ڈی۔ ایس۔ ٹی
زعیم حلقہ اسلامیہ پارک لاہور

مخالفین انبیاء کرام علیہم السلام کا طرزِ فکر

ابتدائے آفرینش سے ہی انبیاء کی بعثت دنیا والوں کے لئے "تعجب، پریشانی اور تکلیف" کا موجب رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلیم الفطرت لوگوں کو چھوڑ کر باقی تمام نے ہمیشہ ہی انبیاء کی مخالفت کی۔ اور انہیں نالائق، کم علم، عام انسانی حیثیتوں کا حامل، شاعر، مجنون، غرض یہ کہ ایک بے کار وجود ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ انبیاء کرام کی تعلیمات اور پیغامات کو مٹانے، ان پر من گھڑت اور بے بنیاد اعتراضات کرنے اور ان کا غلط مفہوم اور تشریح پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور ان کی جماعتوں کو یکسر نیست و نابود کرنے کیلئے طرح طرح کے منصوبے بنائے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا سلوک ایک دو یا چند نبیوں کے ساتھ ہی نہیں کیا گیا بلکہ تمام انبیاء کی ان کے زمانہ کے لوگوں نے زبردست مخالفت کی اور ان کے لئے مصائب کے پہاڑ کھڑے کر دیئے ان کی یہی کوشش ہوتی کہ کوئی شخص ان پر ایمان نہ لے آئے اور وہ، یعنی انبیاء، ناکام و نامراد رہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت اور ان کی تکفیر و تکذیب کی ابتداء اور انتہاء ہمیشہ ان لوگوں نے کی جو بزعم خود عقلمند، عوام الناس میں مقبول و محترم، دنیوی لحاظ سے بلند اور سیاسی حیثیت سے حکومت میں اونچے عہدوں پر فائز تھے۔ مذہبی ٹھیکیدار، علمائے دین اور اپنے آپ کو خدائی ٹھیکیدار سمجھنے والے ان کے سوا تھے جنہوں نے مخالفت کی آگ کو تیز سے تیز تر کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ ان ہر دو طبقوں نے معصوم عوام کو اپنے مذموم، گھناؤنے اور ناپاک مقاصد کے لئے استعمال کیا اور ان کے دلوں میں تعصب، نفرت اور ہٹ دھرمی پیدا کر دی۔

ایک عجیب دلچسپ بات یہ ہے کہ مخالفین کی مخالفت کا انداز ہر زمانہ میں ایک سا رہا ہے اور ہر نبی کو ایک ہی قسم کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ (حم السجدة)

ترجمہ:- تجھ سے صرف وہی باتیں کہی جاتی
ہیں جو تجھ سے پہلے رسولوں سے
کہی گئی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ اس آیت
کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"سب مخالف انکار کی ایک ہی
قسم کی دلیلیں دیتے تھے۔ گویا کہ وہ
ایک دوسرے کو سکھا گئے تھے کہ اس
طرح نبیوں کا انکار کرنا۔"

(تفسیر صغیر ص۶۹۵)

قرآن کریم اور انبیاء کی زندگیوں کے مطالعہ سے
پتہ چلتا ہے کہ مخالفین کے پاس پانچ مضبوط حربے
تھے جو انہوں نے ہر نبی کے خلاف استعمال کئے یعنی:-

۱۔ انبیاء سے ہنسی مذاق کرنا یعنی ان سے استہزاء کرنا۔
۲۔ انبیاء پر الزامات لگانا۔
۳۔ انبیاء سے مختلف مطالبات کرنا۔
۴۔ انبیاء کی آمد پر اظہارِ تعجب کرنا۔
۵۔ انبیاء کو نہ ماننے کے عجیب و غریب بہانے
تراشنا۔

یہ حربے انہوں نے کیوں اختیار کئے، اسکے
عوامل کیا تھے، اختصار کے ساتھ ان پر ذیل میں روشنی
ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ انبیاء کرام سے ہنسی مذاق کرنا

عام اصول ہے کہ کسی بھی بات کی اہمیت
اور افادیت کو کم کرنا ہو یا اسے بے حقیقت اور
بے اثر ثابت کرنا ہو تو اس بات کو ہنسی مذاق کا
نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ انبیاء کی باتوں کو لا یعنی،
اٹکل پچو، بے تکی، خلافِ عقل، فطرت، روایات،
رسومات اور خلافِ دین ثابت کرنے کے لئے مخالفین
نے یہی حربہ اختیار کیا اور ان کے کلام میں اپنے مطلب
کے مطابق کانٹ چھانٹ کی اور حاشیہ آرائی کر کے
ہنسی مذاق کا پہلو پیدا کرنے کی کوشش کی۔

مخالفین کے استہزاء کے متعلق قرآن کریم
میں کثرت سے آیات موجود ہیں۔ ذیل میں صرف دو
آیات دی جاتی ہیں:-

ا۔ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ
إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

(الحجر آیت ۱۲)

یعنی جو رسول بھی ان کے پاس آتا
تھا وہ اس کی ہنسی اڑاتے تھے۔

ب۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ
مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ
سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا
بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

(الانبیاء آیت ۴۲)

یعنی تجھ سے پہلے جو رسول گزرے
ہیں ان سے بھی ہنسی کی گئی لیکن نتیجہ
یہ ہوا کہ جنہوں نے ان رسولوں سے
ہنسی کی تھی۔ ان کو انہی باتوں نے

اُکو گھیر لیا جن کے ذریعے سے وہ
نبیوں کی ہنسی اُڑاتے تھے۔

۲۔ انبیاء علیہم السّلام پر الزامات

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین، انبیاء کی پاکیزگی، نیکی، سچائی، ایمانداری اور دیگر اوصافِ حمیدہ کے ضرور معترف اور قائل رہے ہیں لیکن چونکہ مخالفت کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرنا ہوتا ہے تاکہ عوام الناس کو دھوکا دیا جا سکے اس لئے انبیاء سے ایسی باتیں منسوب کیں جن کا علم اور فہم خود ان کو بھی نہ ہوتا تھا۔

مخالفین کا شروع سے ہی یہ ایک زبردست حربہ رہا ہے کہ انبیاء کی شرافت اور شہرت پر پردہ ڈالنے، لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے قلوب میں وسوسے اور شکوک و شبہات، بدظنی و تعصب اور نفرت و ضد پیدا کرنے کے لئے ایسے ایسے اعتراضات اور الزامات تراشے گئے کہ کم علم اور تھوڑی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں کے لئے انبیاء پر ایمان لانا مشکل ہو جاتا۔

انبیاء پر جو الزامات لگائے گئے اُن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے :-

۱۔ شاعر ہونے کا الزام۔
۲۔ مجنون اور دیوانہ ہونے کا الزام۔
۳۔ جادوگر ہونے کا الزام۔
۴۔ مکذّب ہونے کا الزام۔
۵۔ اپنے پاس سے آیات گھڑنے کا الزام۔
۶۔ محض پہلوں کے قصّے بیان کرنے کا الزام۔
۷۔ رشوت لے کر کسی کا ایجنٹ ہونے کا الزام۔
۸۔ آباؤاجداد کے دین سے گمراہ کرنے کا الزام۔

آئیے اب اِن الزامات کو قرآن کریم کی روشنی میں دیکھیں۔

ا۔ شاعر ہونے کا الزام

مخالفین کی شاعر سے مراد ایسا شخص ہوتا ہے جو خیالی، جذباتی، مافوق الفطرت، بعید از قیاس و حقیقت، بے سروپا اور پریشان کن باتیں کرتا ہو۔ ایسا کہنے سے مخالفین عوام الناس پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء کی تعلیم ایک خیالِ موہوم ناقابلِ عمل اور کھوکھلی ہے بلکہ محض ذہنی طور پر لطف اندوز ہونے اور دل بہلانے کے لئے اُن کے اپنے تخیل کی پرواز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یا حقیقت سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

أ۔ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ (الانبیاء آیت ۶)

بلکہ انہوں (یعنی مخالفین) نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ کلام تو پریشان خوابیں ہیں بلکہ (پریشان خوابیں بھی نہیں) اس نے دیدہ دانستہ یہ باتیں اپنے پاس سے بنالی ہیں۔

بلکہ وہ ایک شاعرانہ مزاج رکھنے
والا آدمی ہے (جس کے دماغ میں
طرح طرح کے خیال اُٹھتے رہتے ہیں)
پس چاہیئے کہ ہمارے پاس کوئی
نشان لے آئے جس طرح کہ پہلے
رسول نشانوں کے ساتھ بھیجے
گئے تھے۔

ب۔ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝
(الصّٰفّٰت آیت ۳۷)

یعنی وہ کہا کرتے تھے کیا ہم اپنے
معبودوں کو ایک شاعر اور مجنون
کے کہنے پر چھوڑ دیں گے۔

۲۔ جادوگر ہونے کا الزام

قرآن کریم میں سحر کا لفظ اکثر جگہ استعمال ہُوا
ہے جس کے معنے جادو کے ہوتے ہیں اور دلفریب بات
کے بھی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

ا۔ إِذْ يَقُولُ الظّٰلِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۝
(بنی اسرائیل آیت ۴۸)

یعنی جب وہ ظالم ایک دوسرے
سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ تم ایک
فریب خوردہ شخص ہی کی پیروی
کر رہے ہو۔

چونکہ انبیاء کرام کے وجود میں، انکے کردار
وگفتار میں، اور ان کے کلام میں ایک کشش ہوتی ہے جو
ہر دیکھنے سُننے اور پڑھنے والے پر اثر انداز ہوتی
ہے اور اسے مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ لیتی
ہے اور ان کی اس صفت کے بطلان میں مخالفین
کے پاس کوئی دلیل اور جواز نہیں ہوتا اس لئے
اس خاص صفت سے عوام الناس کی توجہ ہٹانے
کے لئے مخالفین اُن پر جادوگر ہونے کا الزام
لگاتے ہیں۔

۳۔ مجنون اور دیوانہ ہونے کا الزام

جب بھی کسی انسان کو مجنون اور دیوانہ کہا جائے
تو قدرتی بات ہے کہ اس کی باتوں کو معقولیت کے
درجہ سے گرا ہوا سمجھا جاتا ہے اور ان کی طرف قطعاً
توجہ نہیں دی جاتی۔ اور یہی حربہ مخالفین، انبیاء
کے خلاف استعمال کرتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے:۔

ا۔ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝ (الحجر آیت ۷)

یعنی انہوں نے (بڑے زور سے)
کہا (کہ) اے وہ شخص جس پر یہ
ذکر اُتارا گیا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔

ب۔ كَذٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا

قَالُوا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝
(الذّٰریٰت آیت ۵۳)

یعنی اسی طرح ان سے پہلے جو رسول آتے رہے ان کو لوگوں نے یہی کہا کہ وہ دلفریب باتیں بنانے والے یا مجنون ہیں۔

دراصل مخالفین ہر بات کا منفی پہلو دیکھنے کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ بُرے افعال و اعمال کے باعث ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہوتی ہے اور بھلائی میں بُرائی کی تلاش ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہوتی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اپنی لگن کے باعث اور اپنے مشن کی تکمیل کی خاطر جس طرح کے "جنون اور دیوانگی" کا اظہار انبیاء کرام کے وجود با جود سے ہوتا ہے اس پر ہزار فرزانگی قربان، وہ دیوانہ وار اللہ تعالیٰ کی توحید کو دُنیا میں پھیلاتے چلے جاتے ہیں اور انہیں اس بات کا "جنون" ہوتا ہے کہ ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

۴۔ مکذب ہونے کا الزام

مخالفین نے انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ اور فریب کاری کا الزام بھی ہر زمانہ میں عائد کیا۔ اس سے ان کا بنیادی مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کا انبیاء پر سے ایمان اُٹھ جائے۔ اور جو سلیم الطبع انسان ایمان لائے بھی ہیں وہ بھی متزلزل اور بددل ہو جائیں۔ مندرجہ ذیل آیات قرآنی ملاحظہ ہوں:۔

ا۔ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ (صٓ آیت ۵)

یعنی کافر کہتے ہیں کہ یہ تو ایک فریبی (اور) جھوٹا ہے۔

ب۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (الشوریٰ آیت ۲۵)

یعنی وہ کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے۔

۵۔ من گھڑت تعلیم پیش کرنے کا الزام

انبیاء کرام خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں تک وہی پیغام اور ہدایات و احکام پہنچاتے ہیں جن کا خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم ہوتا ہے۔ اس میں وہ اپنی طرف سے زیادتی کرتے ہیں نہ کمی۔ اور تبلیغ کے دوران اپنی ہر بات کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کے برعکس چونکہ مخالفین وحی و الہام اور نبوت کی برکات اور حقیقت سے بے بہرہ ہوتے ہیں، ہر بات کو عقل کی کسوٹی یا مروّجہ عقیدہ کی بناء پر پرکھنے کے عادی ہوتے ہیں اور ان کا خدا تعالیٰ پر حق الیقین کی حد تک ایمان نہیں ہوتا اسلئے خدا تعالیٰ کی باتوں کو رد کرنے اور ان کا اثر زائل کرنے کیلئے انبیاء کرام کے مقابل کھڑے ہو جاتے ہیں اور عوام الناس میں مشہور کر دیتے ہیں کہ یہ شخص جو نبی ہونے

کا دعویٰ کرتا اور اپنی تعلیم کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے سراسر جھوٹا ہے۔ اس کی تمام باتیں من گھڑت اور اس کے نفس کا پرتو ہیں۔ اس کا خدا سے دُور کا بھی تعلق نہیں اور یہ محض دولت اور شہرت کا بھوکا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ خدا تعالیٰ مخالفین کے اس رویّہ کے بارے میں فرماتا ہے :-

أ۔ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا ۙ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ○

(الانفال آیت ۳۲)

یعنی جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں (بس بس) ہم نے تمہاری بات سُن لی۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس قسم کا کلام بنا کر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو صرف پہلوں کی باتیں ہیں۔

ب۔ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ

(یونس آیت ۳۹)

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (شخص) نے اسے (اپنی طرف سے) گھڑ لیا ہے۔

۹۔ محض پہلی سرگذشتیں اور قصے بیان کرنے کا الزام

مخالفین کا بنیادی مقصد چونکہ ہر رنگ اور ہر طریق پر مخالفت کرنا ہوتا ہے اور وہ رُوحانی بینائی سے عاری ہوتے ہیں اسلئے اپنے ہر حملہ میں ناکامی کے بعد سنبھلنے، سوچنے اور اپنی اصلاح کرنے کی بجائے وہ نت نئے حربے استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ انبیاء کی تعلیم کو حکایت گزشتہ اور قصۂ پارینہ مشہور کرتے ہیں تاکہ عوام الناس ان کی تعلیم اور ان کے اقوال پر غور و فکر نہ کرنے پائیں اور انہیں پُرانے واقعات اور قصوں کی نقل محض سمجھ کر انہیں ردّ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

أ۔ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَٰذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ○

(المؤمنون آیت ۸۴)

یعنی :- (کافروں نے کہا) اس سے پہلے اسی بات کا وعدہ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے کیا گیا تھا (مگر ایسا نہیں ہوا) یہ تو صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں۔

ب۔ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ○

(الفرقان آیت ۶)

یعنی :- وہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو پہلوں کی باتیں ہیں جو اس نے

(کسی سے) لکھوالی ہیں اور اب وہ صبح شام اس کے سامنے پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں (تاکہ وہ قرآن اچھی طرح لکھ لے)

۷- انبیاء کرام پر رشوت کا الزام

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ (الشعراء آیت ۱۵۴)

یعنی اس پر وہ (کافر) بولے تجھ کو صرف کھانا دیا جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"مُسَحَّرٌ کے معنے کھانا دیا جانے کے بھی ہوتے ہیں۔ قریباً ہر نبی جو دنیا میں آیا اسے کہا گیا ہے کہ تُو مُسَحَّرٌ یا مَسْحُوْرٌ ہے یعنی تجھے کچھ لوگ رشوت دے کر اپنے کام میں لا رہے ہیں تُو نہیں بول رہا بلکہ تیرے پیچھے کوئی اور طاقت بول رہی ہے جو مال اور دولت سے تجھے تقویت پہنچا رہی ہے پس تُو تو ایک ایجنٹ ہے یہی اعتراض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا کرتا تھا اور یہی اعتراض آجکل کے بعض مولوی نما لوگ حضرت مرزا صاحب پر کرتے ہیں۔" (تفسیر صغیر ص۴۷۷)

۸- آباؤ اجداد کے گمراہ کرنے کا الزام

دیکھئے سورۃ الاعراف آیت ۱۳۱- (باقی)

سندِ امتیاز

ہر ایسی مجلس کو مرکز کی طرف سے سندِ امتیاز دی جائے گی جس کے سارے اطفال شعبۂ تعلیم کے درج ذیل کم از کم معیار پر پورے اترتے ہوں۔

(۱) قاعدہ یسرنا القرآن جاننا۔

(۲) قرآن مجید ناظرہ جاننا۔

(۳) نماز سادہ و با ترجمہ جاننا۔

(۴) "یاد رکھنے کی باتیں" سو فیصد حفظ کرنا۔

(۵) سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات سو فیصد ازبر ہونا۔

جن مجالس کے جملہ اطفال میں یہ معیار پایا جاتا ہو ان کے قائدین کرام مرکز کو مطلع فرمائیں۔

(مہتمم اطفال خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

(بقیہ گھوڑ دوڑ۔ از صفحہ ۲۵)

کامیابی حاصل کرنے والے گھوڑ سواروں کو انعامات عطا فرمائے۔ حضور نے اپنی طرف سے بھی بعض خاص انعامات مرحمت فرمائے۔ اسکے بعد حضور نے اختتامی دعا کرائی اور اس طرح گھوڑ دوڑ کا یہ تیسرا ٹورنامنٹ کامیابی کے ساتھ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ۔

مکرم عبدالرحمٰن صاحب شاکر

ایک عجیب سچّا واقعہ

انگلستان میں ۱۶۲۵ء سے ۱۶۴۹ء تک شاہ چارلس اوّل حکمران تھا۔ یہ شخص اپنے والد جیمز اوّل کی طرح پارلیمنٹ کو قطعاً خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جب روپے کی ضرورت ہوتی اجلاس بُلا کر حیلے بہانے سے روپیہ لے لیتا اور پھر جس طرح دل میں آتا خرچ کرتا۔

پارلیمنٹ کے ممبروں نے کئی بار تحریری درخواستیں پیش کیں کہ حضور! ہمارے حقوق کو پامال نہ کریں اور کسی قاعدے قانون پر چلیں مگر حضور کا جواب تھا کہ رعایا کا ہرگز یہ منصب نہیں کہ وہ بادشاہ پر اعتراض کرے پارلیمنٹ کو بُلوانا، اُسے قائم رکھنا یا توڑ دینا میرے اختیار میں ہے۔ وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ بادشاہ کے اختیارات میں سے بادشاہت کی حفاظت بھی اسی کا کام ہے۔

ذاتی طور پر چارلس اوّل بہت اچھا آدمی تھا۔ نیک تھا، مذہبی خیالات پر سختی سے قائم تھا۔ وہ بہترین آقا، بہترین باپ، بہترین دوست اور شریف آدمی تھا۔ کھانے پینے اور لباس میں اعتدال پسند تھا۔ کوئی شخص اُسے ہیرا پھیری سے خوش نہ کر سکتا تھا۔ ایسی باتیں اُسے سخت ناپسند تھیں۔

مگر قسمت کی بات کہ اس کو مشیر کار نہایت بُرے ملے۔ ایک تو وزیر ڈیوک آف بکنگھم تھا جس کے رویّہ سے رعایا سخت نالاں تھی۔ دوسرا بادشاہ کا بھتیجا پرنس رُوپرٹ تھا جو سپہ سالار بھی تھا تیسری بادشاہ کی ملکہ ماریا ہنریٹا تھی۔ ان تمام اشخاص کی وجہ سے بادشاہ سخت بدنام ہوا۔

وہ اسلامی نظریہ کے مطابق کہا کرتا تھا کہ بادشاہ صرف خدا ہی بناتا ہے اور رعایا میں سے کسی کا حق نہیں کہ اُسے معزول کر سکے۔

جھگڑا بڑھتا گیا۔ انگلستان میں ایک قانون قدیم سے چلا آرہا تھا کہ ساحلی شہروں پر ایک ٹیکس جب بادشاہ چاہے عائد کر سکتا تھا۔ اس ٹیکس کے لئے پارلیمنٹ سے منظوری لینے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ چارلس نے بھی یہی کام کیا۔ اس طرح کچھ روپیہ تو اُسے مل گیا مگر مخالفت بڑھ گئی۔ اس ٹیکس کو Ship-money کہتے تھے۔

جان ہیمپڈن ایک معمولی زمیندار تھا اُس پر بھی یہ ٹیکس عائد کیا گیا۔ گو نہایت قلیل رقم تھی مگر اُس نے اصول کی بنا پر ادائیگی سے انکار کر دیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا۔ ججوں نے بادشاہ کے ایماء پر ہیمپڈن کے خلاف ڈگری دیدی۔ اور چونکہ ممبر پارلیمنٹ بھی

تھا عوام میں شور مچ گیا۔ بادشاہ نے چاہا کہ ہمپڈن
سمیت کل پانچ ممبرانِ پارلیمنٹ کو جیل میں ڈال دے
اس غرض کے لئے چارلس پارلیمنٹ کے اجلاس کے
وقت فوج لیکر دارالعوام میں چلا گیا اور جاتے
ہی سپیکر ولیم لنتھال سے کہا کہ وہ پانچ ممبران کہاں ہیں
جن کے نام میں پکارتا ہوں۔ چونکہ بادشاہ کی آمد کی
خبر قبل از وقت پارلیمنٹ کو مل چکی تھی وہ خاص
ممبران خفیہ رستے سے شہر میں جاکر چھپ گئے۔ جب
بادشاہ نے نام پکارے تو سپیکر نے نہایت عزت اور
احترام سے کرسیٔ صدارت سے نیچے آکر ٹوپی اتاری
اور زمین پر گھٹنا ٹیک کر عرض کیا کہ "حضور والا!
وہ پرندے تو اُڑ گئے۔" اور بادشاہ سخت کھسیانا
ہو کر ناکام واپس آ گیا۔

اب بادشاہ اور عوام میں باقاعدہ خانہ جنگی
شروع ہو گئی۔ پہلے بادشاہ کا پلّہ بھاری رہا مگر آلیور
کرامویل نے جو پارلیمنٹ کی افواج کا جنرل تھا ماڈل
آرمی تیار کر کے بادشاہ کو شکست دی اور گرفتار کر لیا۔

بادشاہ پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلا۔ اُس نے
بیان دینا چاہا مگر اس کی ایک نہ سُنی گئی۔ ۳۰ جنوری
۱۶۴۹ء کو دو بجے بعد دوپہر وائٹ ہال کی ایک
کھڑکی کی راہ سے نکل کر قتل گاہ کی طرف چلا۔ ایک
اونچے پلیٹ فارم پر ہزارہا کے مجمع کے سامنے جلّاد
نے دو جھٹکوں میں کلہاڑے سے قتل کر دیا۔

آخری ایام میں اُس نے نہایت استقلال،
وقار اور صبر کا مظاہرہ کیا۔ انگلستان کے ایک شاعر
اینڈرو مارول نے لکھا ہے کہ:۔

He nothing common did or mean
upon this memorable scene.

یہ درست ہے کہ چارلس نے اپنی جان کی قربانی
دیکر انگلستان میں بادشاہت کو ہمیشہ کے لئے بچا لیا
اس کے بعد کسی بادشاہ کو قتل نہیں کیا گیا۔ ہاں اس کے
تمام اختیارات مختلف قوانین مرتب کر کے ختم
کر دیئے۔ اب انگلستان کے بادشاہ صرف نام کے
بادشاہ ہوتے ہیں۔ مصر کے بادشاہ فاروق نے خوب
کہا تھا کہ اب دُنیا میں پانچ بادشاہ رہ جائیں گے۔
چار بادشاہ تاش کے اور ایک انگلستان کا۔

قتل کے معاً بعد جب اس کی نعش کو مصالحے
وغیرہ لگا کر تابوت میں رکھنے لگے تو آسمان سے برف
گرنی شروع ہو گئی۔ انگریز چونکہ سخت توہم پرست قوم
ہے سب نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے،
ہم نے ایک بے گناہ کو قتل کر دیا ہے۔ برف کا گرنا
اس بات کی نشانی ہے کہ مقتول کا دامن صاف تھا۔
بعد میں نعش کو قلعہ ونڈسر کے گوتھک طرزِ تعمیر کے
نہایت خوبصورت گرجا گھر کے تہ خانہ میں دیگر شاہانِ
انگلستان کے ساتھ رکھ دیا گیا

اس واقعہ کے ۲۳۷ سال بعد ملکہ وکٹوریہ
کے زمانہ میں جبکہ وکٹوریہ کو تخت نشین ہوئے ۱۵ سالی

گذر چکے تھے، ایک مریض عورت نے ہسپتال سے ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا کہ وہ مرنے کے قریب ہے اور چاہتی ہے کہ اس کے پاس ایک ایسی امانت ہے جو وہ سوائے ملکہ معظمہ کے کسی اور کے سپرد کرنے کو تیار نہیں ہے۔ ملکہ ہسپتال میں آکر اُسے ملیں اور امانت وصول کریں۔ ملکہ وکٹوریہ نے توجہ نہ دی۔ دوسرا خط ملا تب بھی پرواہ نہ کی۔ تیسرا خط ملنے پر ملکہ وکٹوریہ نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری جنرل سر ہنری پونسن بائی کو ہدایت فرمائی کہ وہ فوراً ہسپتال میں جاکر اُس مریضہ کو ملیں اور دریافت کریں۔

اُس مریضہ نے بتایا کہ جس وقت شاہ چارلس اول کو قتل کیا گیا تھا تو اُس وقت عورت کا جدِ امجد بادشاہ کا خادم خاص تھا۔ قتل کے بعد اس نے گھاس پر دیکھا کہ بادشاہ کی گردن کی ایک ہڈی نیچے گری پڑی ہے جو اُس نے اٹھا کر رکھ لی۔ وہ ہڈی اس مریضہ کے پاس ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کے ہاتھ میں دیدے۔ پرائیویٹ سیکرٹری نے جاکر تمام واقعہ ملکہ وکٹوریہ کے حضور عرض کر دیا۔

ملکہ وکٹوریہ نے فوراً حکم دیا کہ پرنس آف ویلز (جو بعد میں شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم بنے) اور پرائیویٹ سیکرٹری جنرل پونسن بائی اور تیسرے اُس زمانہ کے ہوم سیکرٹری تینوں بادشاہ چارلس اوّل کا تابوت نکلوائیں اور نعش کا معائنہ کرکے دیکھیں کہ کیا فی الواقعہ گردن میں سے ایک ہڈی غائب ہے؟

جب نعش نکلوا کر تابوت کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ نعش ذرا بھی خراب نہ ہوئی تھی اور گردن کے قریب سے ایک ہڈی غائب ہے۔

چنانچہ اُن تینوں نے وہ ہڈی جو اس مریض عورت نے پیش کی تھی نہایت احترام سے گردن کے ساتھ چپکا دی اور تابوت کو پھر سے بند کرکے مُہریں لگا کر تہ خانہ میں رکھوا دیا گیا۔ واپسی پر انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کو مشترکہ اطلاع نامہ پر دستخط کرکے اطلاع بھجوائی۔

یہ واقعہ پوری تفصیل سے ملکہ وکٹوریہ کی ایک نواسی پرنسس میری لوئیس نے اپنی کتاب

"My memories of
Six Reigns"

میں لکھا ہے نیز انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا طبع ۱۹۵۰ء صفحہ ۲۷۱ جلد ۵ تحت لفظ "چارلس" میں بھی مذکور ہے +

درخواستِ دُعاء

مکرم شریف احمد صاحب وڈ بروڈ کراچی نے رسالہ خالد کی اعانت کے لئے مبلغ یکصد روپیہ عطیۃً مرحمت فرمایا ہے۔ قارئین خالد ان کے کاروبار میں برکت اور دین و دُنیا میں ترقیات کے لئے دُعا فرمائیں۔ نیز دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو پہلے سے بڑھ کر خدمتِ دین کی توفیق بخشے۔

(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

انسان چاند کی مہم کو کئی بار سر کر چکا ہے اب چاند پر جانا اور آنا اہلِ زمین کا معمول بنتا نظر آرہا ہے۔ چونکہ زمین پر دن رات چاند کے دن رات سے مختلف ہوتے ہیں اس لئے ہماری زمینی گھڑی وہاں بےکار ہے۔ سائنس دانوں نے چاند پر وقت معلوم کرنے کے لئے ایک نئی قسم کی گھڑی تیار کی ہے اس عجیب و غریب گھڑی کو دوسری عام گھڑیوں کی طرح زمین پر استعمال نہیں کیا جا سکتا اور ایک نہ ایک دن جب چاند پر لوگ کثرت سے آباد ہونے لگیں یہ گھڑی ان کے مصرف میں آسکے گی۔

یہ گھڑی سب سے پہلے ایک امریکی ماہرِ فلکیات ڈاکٹر فرینکلن نے بنائی۔ چاند گھڑی اور زمینی گھڑی کو ہم رشتہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصطلاحیں وضع کی گئیں۔ اس سلسلہ میں پہلا درجہ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر فرینکلن نے چاند پر ہونے والے لمحات کو لیونز (LUNES) و لیونرز (LUNOURS) ڈیسی لیونرز (DECI LUNOURS) اور سینٹی لیونرز (CENTI LUNOURS) میں تقسیم کیا۔ زمین پر وقت کی پیمائش اپنے محور پر ایک چکر پورا ہونے پر کی جاتی ہے اور اس وقت کو چوبیس گھنٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے لیکن اس کے مقابلے میں چاند زمین کے گرد ساڑھے انتیس دن میں ایک چکر مکمل کر لیتا ہے۔

اس امریکی ماہر فلکیات نے ایک نئے چاند سے دوسرے نئے چاند کے طلوع ہونے کی درمیانی مدت کا نام ایک لیونیشن (LUNATION) رکھا ہے اور اس وقفہ کو تیس برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جنہیں لیونز کا نام دیا گیا ہے۔ ایک لیون (LUNE) زمین کے تقریباً چوبیس لونرز کے برابر ہوتا ہے۔ پھر اسی کو بنیاد مان کر ان حصوں کو مزید تقسیم کر دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا اصول پر تیار کردہ چاند گھڑی (MOON WATCH) کی نمائش نیویارک کی ہیڈن سیارہ گاہ میں نمائش ہوئی۔ چاند گھڑی کی چھوٹی سوئی جب ڈائل پر ایک چکر مکمل کر لیتی ہے تو چوبیس لیونرز یعنی چوبیس گھنٹے گزر جاتے ہیں۔ جب ہر مرتبہ سوئی صفر پر پہنچتی ہے تو ڈائل پر بنے ہوئے کھڑکی نما حصے میں ایک لیون (LUNE) آگے بڑھ جاتا ہے جیسا عام طور پر ہماری زمینی گھڑیوں میں تاریخ کے لئے ایک کھڑکی بنی ہوتی ہے۔ قمری گھڑی کی بڑی سوئی لیونرز کے سوویں حصے کو ظاہر کرتی ہے۔

چھوٹی اور بڑی سوئی کے علاوہ پتلی اور لمبی سی سوئی (زمینی گھڑی پر سیکنڈ کی سوئی کی طرح) جب ڈائل پر ستّو چکر لگاتی ہے تو بڑی سوئی ایک نشان (لیونرز کا سواں حصہ) بڑھتی ہے۔

اگر فرض کریں کہ اس گھڑی کا ٹائم غلط ہو گیا ہے تو چاند پر بسنے والے لوگ یعنی خلا باز زمین کے انتظامی مرکز کی مدد سے اس کو درست کر سکتے ہیں۔ اس گھڑی کے بہت سے دوسرے اہم استعمالات بھی ہیں۔ اس گھڑی سے خلا باز شدید گرمی اور شدید سردی ہونے کے تعلق سے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا وقت معلوم کر سکتے ہیں اسی طرح چاند پر رات کی تاریکی (زمین کے چودہ دن بعد) شروع ہونے پر زمین کی طرف واپسی کا پروگرام بھی بنا سکتے ہیں۔ اس گھڑی کی مدد سے خلا باز اپنے قیام والے حصے سے زمین تک کا فاصلہ معلوم کر سکتے ہیں۔ جب خلا بازوں کے قیام والا حصہ (چاند پر) زمین کے اعتبار سے دوسرے رخ پر ہوگا تو ان کا زمین سے مواصلاتی رابطہ ختم ہو جائے گا۔ تب اسی حالت میں ساری مدد و رہنمائی یہ گھڑی کرے گی۔

ابھی یہ گھڑی اس درجہ پر نہیں پہنچی کہ وقت کی تقسیم سے متعلق تمام مسائل حل کر سکے۔ کیونکہ زمین پر دن رات ہر جگہ چوبیس گھنٹے کے ہوتے ہیں اور ہر جگہ ہر ایک گھڑی یکساں وقت نہیں بتاتی۔ یہی وجہ ہے کہ زمین پر وقت میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے گرین وچ کے وقت کو معیاری مانا گیا ہے۔ اسی طرح ہم کو چاند پر کوئی معیاری وقت مقرر کرنا پڑے گا۔ اگر یہ نہ کیا گیا تو ایک خلا باز جو دوسرے خلا باز سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اپنی گھڑی میں یہ دیکھ کر کہے گا کہ بارہ لیونر صفر سے اوپر ہو چکے ہیں لہذا اب مجھے دوپہر کا کھانا کھا لینا چاہیئے۔ جبکہ دوسرے خلا باز کی گھڑی میں اس سے بالکل مختلف وقت ہوگا۔

لہذا ہمیں چاند پر کسی مقام کو گرین وچ کی طرح بنانا پڑے گا اور جتنے بھی لوگ وہاں ہوں وہ چاند کے گرین وچ ٹائم کے مطابق کام کر سکیں ۔

میرے تاثرات

گزشتہ رمضان المبارک کے ایام میں ایک غیر از جماعت دوست ب۔غ صاحب اپنے ایک احمدی دوست کے ہمراہ ربوہ تشریف لائے تھے۔ انہوں نے ربوہ کے بارہ میں جن تاثرات کا اظہار کیا وہ قارئین خالد کی خدمت میں پیش ہیں ———— (ادارہ)

ہمارا خاندان شریف اور متوسط طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنی نئی پود کو بھی زمانہ کی موجودہ غلط روش سے بچانے کے لئے میں بہت احتیاط کرتا ہوں۔ اگرچہ حنفی المذہب ہوں مگر ایک احمدی سے میرے تعلقات استوار ہیں۔ اس کے قول و فعل میں یگانگت دیکھ کر میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ معاشرتی مسائل میں اس سے مشورہ بھی لیتا ہوں جو اکثر مفید بیٹھتا ہے۔ میرے بڑے لڑکے نے اس دفعہ میٹرک (سائنس گروپ) کا امتحان اچھے نمبروں پر پاس کیا۔ ہمارے قصبہ میں کالج نہیں البتہ قریب ہی تحصیل و ضلع کے ہیڈ کوارٹر پر کالج ہیں لیکن وہاں ماحول اچھا نہیں۔ میں نے اپنے دوست سے مشورہ کیا تو اس نے لڑکے کو ربوہ بھیجنے کا مشورہ دیا مجھے کچھ ناگوار سا گزرا لیکن ایک اور دوست سے ربوہ کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا لڑکا (جو اب اعلیٰ افسر ہے) ربوہ میں ہی پڑھا تھا۔ اس نے کہا وہاں ماحول اچھا اور سائنس لیبارٹری کا سامان بہت عمدہ ہے۔ میں نے کہا اگر لڑکا وہاں پڑھے تو احمدی ہو جائے گا اس نے کہا کہ یہ ضروری نہیں ہے۔ میرا لڑکا چار سال وہاں پڑھ کے آیا تھا لیکن مذہب نہیں بدلا۔ وہاں کوئی جبر نہیں بلکہ مذہبی آزادی ہے۔ البتہ طلبہ کو اپنے اپنے طریق پر نماز پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے اور سینما سگریٹ وغیرہ کی اجازت نہیں دیتے۔ ہوسٹل میں خرچ بھی نسبتاً کم ہے یہ باتیں میری طبیعت کے عین موافق تھیں۔ چنانچہ میں لڑکے کو ربوہ میں داخل کروانے پر آمادہ ہو گیا۔ چھٹیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ آخر ۲ اکتوبر کو ہم وہاں گئے۔ کالج پہنچ کر دیکھا طلبہ چھوڑ اساتذہ بھی پرنسپل صاحب سمیت سادگی کا نمونہ ہیں۔

فارم داخلہ تو پہلے بھیج رکھا تھا۔ انٹرویو ہوا اور داخلہ کی اجازت مل گئی۔ سب ہم سے خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ فیس وغیرہ کی رقوم جمع کروا کر رسیدات لیں۔ ہوسٹل میں بھی سیٹ مل گئی۔ دوپہر کے وقت ہم لڑکے کو ہوسٹل میں لے گئے۔ چارپائی، الماری، میز، کرسی سبھی کچھ ملا۔ ہم نے اطمینان کا سانس لیا۔ لڑکے کو کچھ ہدایات لکھ کر میں نے دیں اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کی۔

لڑکے کو ہوسٹل میں پہنچا کر میں اور میرا دوست

اس کے لئے کتابیں اور دیگر ضروریات خریدنے کیلئے
بازار گئے مگر دیکھا تو دکانیں بند تھیں معلوم ہوا کہ
سب نماز ظہر کے لئے مسجد گئے ہیں۔ ہم بھی وہیں پہنچے۔
میں تو احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے جھجکا لہذا الگ
پڑھی مگر کسی نے تعرض نہ کیا۔ نماز ظہر کے بعد قرآن مجید
کا درس ہونے لگا۔ رمضان شریف میں درس کا یہ خصوصی
انتظام ہوتا ہے۔ ہزاروں بندگان خدا قرآن مجید ہاتھوں
میں لئے بڑے غور سے درس سننے لگے جو تین گھنٹے جاری
رہا۔ مسجد کے ایک حصہ میں پردہ لگا تھا معلوم ہوا کہ
اس سے دوسرے سینکڑوں مستورات بیٹھی درس سن رہی
ہیں۔ مکرم مولوی صاحب نے بڑے عمدہ طریقہ سے
درس قرآن دیا۔ جب سورہ بقرہ کی آخری دعائیہ آیات
پڑھی گئیں اور ان کی تفسیر بیان ہوئی تو کئی لوگوں کے
دل بھر آئے۔ رقت طاری ہو گئی۔ میں بہت متاثر
ہوا۔ عصر کی اذان ہوئی تو سب نے قرآن مجید طاقچوں
پر رکھے اور نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز کے
بعد سب لوگ گھروں کو روانہ ہوئے۔ میں نے دیکھا
اکثر مرد اور برقعہ پوش مستورات نے قرآن مجید اپنے
سینوں سے لگا رکھے تھے اور نہایت پرامن طور پر
ایک طرف سے مرد اور دوسری طرف سے عورتیں
گزرنے لگیں۔

میرے دوست نے کہا کہ اب کتب وغیرہ کل ہی
خریدیں گے اس وقت آپ کو بہشتی مقبرہ دکھاتا ہوں۔
میں نے سن رکھا تھا کہ ربوہ والوں نے دوزخ بہشت
بنا رکھے ہیں۔ شوق پیدا ہوا کہ دیکھوں۔ سڑک کے پار
ایک وسیع چار دیواری کے اندر قبرستان دیکھا۔ دوست
نے بتایا کہ یہاں ان لوگوں کو دفن کیا جاتا ہے جنہوں نے
دین کی خاطر اپنے مال کا ۱/۱۰ حصہ راہ خدا میں دے دیا اور
وہ بڑے متقی تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے ہمارے مرزا
صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی کہ وہ بہشتی ہیں۔
اسی لئے اس قبرستان کا نام بہشتی مقبرہ ہے۔ چار دیواری
کے اندر ایک خاص احاطہ میں مرزا محمود صاحب جو مرزا
غلام احمد صاحب کے بڑے لڑکے اور دوسرے خلیفہ
تھے اور ان کے بھائیوں اور والدہ صاحبہ کی قبروں
کے علاوہ مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول کی اہلیہ
اور لڑکے کی قبریں بھی ہیں۔ میرے دوست اور بعض
اور لوگوں نے بھی مرزا محمود صاحب کی قبر پر خصوصاً فاتحہ
پڑھی۔ خدا کے حضور اہل القبور کی بلندی درجات
اور اپنی مغفرت اور اسلام کی ترقی کی دعا کر کے واپس
ہوئے۔ ہر شخص کی زبان پر تسبیح و تحمید تھی اور استغفار اور
درود شریف تھا۔

افطاری کا وقت قریب تھا میرا دوست مجھے
مہمان خانہ میں لے گیا۔ دیکھا کہ لمبی لمبی میزوں پر کھانا چنا
جا رہا ہے اور قریباً ہزار مہمان بنچوں پر بیٹھے ہیں۔ جلدی
ہی اذان کی آواز بلند ہوئی اور لوگوں کے ہاتھ کھانے
کی طرف بڑھے۔ سامان خادم مہمان خانہ کے سپرد کر کے
ہم کھانا کھا کر نماز مغرب کے لئے مسجد میں گئے۔ مرزا
ناصر احمد صاحب خلیفہ ثالث نے نماز پڑھائی۔ وہ بڑا
نورانی چہرہ رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ پہرہ دار بھی
تھے معلوم ہوا کہ خلیفہ ثانی پر کسی دشمن نے مسجد میں

چاقو سے حملہ کیا تھا اسلئے بڑی احتیاط کی جاتی ہے۔

نماز کے بعد میرے دوست نے اپنے بعض واقف کاروں سے میرا تعارف کرایا سب خندہ پیشانی سے پیش آئے اور دعا سلام ہوتا رہا۔ میرا دوست مرزا ناصر احمد صاحب کے حالیہ دورۂ یورپ اور اسلام کی ترقی اور اشاعت قرآن کے متعلق دوسروں سے سرگرم گفتگو رہا۔ سیلاب زدگان کی امداد کے کارنامے بعض نوجوانوں نے بیان کئے۔

اتنے میں عشاء کی اذان ہوگئی۔ خلیفہ صاحب حسب سابق پھر آئے۔ نماز فرض پڑھائی اور السلام علیکم کہہ کر واپس تشریف لے گئے۔ سنتوں کے بعد مصلیٰ پر ایک نوجوان حافظ قرآن جن کی اوسط درجہ کی داڑھی تھی نماز تراویح پڑھانے لگے۔ آٹھ رکعتوں میں انہوں نے ایک سیپارہ پڑھا۔ پھر نماز وتر پڑھائی۔ لب و لہجہ اور تلفظ اچھا تھا۔ لوگ خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھتے ہیں۔

فارغ ہو کر ہم مہمان خانہ پہنچے اور سو گئے۔

۳½ بجے ہمیں بیدار کیا گیا کہ سحری کھا لو بعض مہمانوں نے دو چار نفل تہجد کے پڑھے اور سب ڈائننگ ہال میں پہنچے۔ شام کی طرح سب مہمانوں نے کھانا کھایا۔ اس وقت کھانے میں دہی بھی شامل تھی اور چائے بھی پلائی گئی۔ میں حیران ہو رہا تھا کہ کتنے خلوص اور فراخدلی کا مظاہرہ ہے۔ میں نے اپنے پیروں کے عرس کے موقعہ پر جوتوں دال بٹتی دیکھی ہے کاش ہم لوگ مرزائیوں سے

اس کا سبق سیکھیں۔ میں دل میں شرمسار ہو رہا تھا لیکن معلوم نہیں کیوں میں نے دوست سے پوچھا کہ بہشتی مقبرہ آپ نے دکھایا۔ مولوی جو بیان کرتے ہیں ربوہ میں حوریں ہیں وہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے بڑی متانت سے جواب دیا کہ کل جو دوریں سُن کر قرآن سینوں سے لگائے مستورات تم نے جاتے دیکھی تھیں بس یہی ہماری بہو بیٹیاں مائیں بہنیں حوریں ہیں۔ ان کو قرآن مجید سے محبت ہے لہٰذا یہ بہشت میں جائیں گی۔ ہمیں فخر ہے کہ یہ حوریں ہیں۔ اس نے مزید کہا کہ ہمارا ربوہ مکہ معظمہ کی طرح وادی غیر ذی زرع تھا مگر اللہ کریم نے اسے مکہ مکرمہ کی پیروی کی برکت سے جنت بنا دیا ہے۔ یہاں پاکیزگی ہے۔ دنیا کو بھولا ہوا اسلام سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو مرکزی حیثیت بخشی ہے۔

بندہ ب س غ۔ بھیرہ

دعائے نعم البدل

مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ کنری کا اکبرا اسالی فوت ہو گیا ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے اور اپنے فضل سے جلد نعم البدل سے نوازے۔ آمین

(صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

قرارداد تعزیت

مورخہ ۲۹ر دسمبر بروز ہفتہ رات ساڑھے آٹھ بجے کے قریب موضع لدھے والا اور شہر گوجرانوالہ کے درمیان حافظ آباد روڈ پر ربوہ سے گوجرانوالہ آتے ہوئے ایک بس ٹکر کی وجہ سے راجباہ میں گر گئی۔ اس حادثہ میں دو احمدی احباب کے علاوہ محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ اور محترمہ بشریٰ ناہید صاحبہ شہید ہو گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ دونوں خواتین ہمارے نہایت ہی محترم بزرگ حاجی محمد شریف صاحب سیکرٹری جائداد جماعت احمدیہ شہر گوجرانوالہ کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی تھیں اور مجلس خدام الاحمدیہ شہر گوجرانوالہ کے ناظم مالی اور سرگرم کارکن محترم محمد حنیف شمس صاحب کی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ تھیں۔

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ کا یہ ہنگامی اجلاس اس عظیم جماعتی حادثہ پر مندرجہ بالا احباب سے جملہ خدام بھائیوں کی طرف سے اپنے گہرے رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔ ہم اس غم میں اپنے ان احباب کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ ماں بیٹی دونوں لجنہ اماء اللہ کی سرگرم رکن تھیں بہت دیندار اور رمضان نواز تھیں جس طرح ان کی زندگی خدا کی راہ میں قربان تھی اسی طرح ان کی موت بھی ایسے وقت واقع ہوئی ہے جب کہ وہ جلسہ سالانہ کے بابرکت اجتماع سے واپس گھر تشریف لا رہی تھیں سہ

بُلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازے اور ان کے درجات بلند سے بلند تر کرے محترم و مکرم حاجی صاحب اور محترم شمس صاحب نے جو صبر کا نمونہ دکھایا ہے خدا تعالیٰ انہیں آئندہ بھی صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

(اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ شہر گوجرانوالہ)

فضل عمر درس القرآن کلاس کے متعلق تاثرات

مکرم محمود احمد صاحب مسعود ڈیرہ غازیخان سے تحریر فرماتے ہیں۔

خدا کے فضل و کرم سے اس دفعہ مجھے فضل عمر درس القرآن کلاس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ اس کلاس میں شامل ہو کر مجھے وہ کچھ ملا جو پہلے کبھی نہ ملا تھا۔ اس دفعہ پہلے تین پاروں کا ترجمہ اور تفسیر نہایت دلنشین انداز سے پڑھائی گئی اور اس کے ایسے معانی و معارف ہم پر کھولے گئے کہ جس سے ہمارے مُردہ دل پھر سے زندہ ہو گئے۔ سو سے زیادہ احادیث کا ترجمہ اور تشریح پڑھائی گئی۔ تاریخ احمدیت اور عربی اسباق پڑھائے گئے۔ عیسائیت کے رد میں دلائل سمجھائے گئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ نماز تہجد اور دیگر نمازوں کی عادت ڈالی گئی۔ الغرض اس کلاس میں

شامل ہو کر ایک ناقابلِ بیان روحانی لذّت حاصل ہوتی اور ایسے روحانی خزانے اُن تقسیم کئے گئے جو خرچ کرنے کے باوجود ختم نہیں ہوں گے۔

شعبہ اطفال کی طرف توجہ دیجئے

شعبہ اطفال الاحمدیہ مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبہ جات میں سے ایک نہایت اہم شعبہ ہے۔ قائدین مجالس اور ناظمین اطفال سے درخواست ہے کہ وہ اس شعبہ کے کاموں کی طرف خاص توجہ دیں

۱۔ **ماہانہ رپورٹ**۔ ہر مجلس کی طرف سے کارگزاری کی ماہانہ رپورٹ اگلے ماہ کی پندرہ تاریخ تک آجانی چاہیئے رپورٹ کے لئے فارم مقرر ہے مرکز سے یہ فارم منگوا کر رپورٹ باقاعدگی سے بھجوایا کریں۔

۲۔ **سالانہ مرکزی امتحانات**۔ اطفال کیلئے ہر سال چار مرکزی امتحانات منعقد ہوتے ہیں یعنی ستارہ اطفال، ہلالِ اطفال، قمر اطفال، بدر اطفال۔ امسال یہ امتحانات ۱۰ مئی بروز جمعۃ المبارک منعقد ہو رہے ہیں۔ تمام اطفال کی کسی نہ کسی امتحان میں شمولیت ضروری ہے۔ اس کیلئے ابھی سے تیاری شروع کروا دینی چاہیئے

۳۔ **صفِ اوّل** (۱۲ تا ۱۵ سال) **اور صفِ دوم** (۷ تا ۱۲ سال)۔ صفِ اوّل اور صفِ دوم کی تعداد سے مرکز کو جلد از جلد آگاہ کریں نیز ۱۲ سے ۱۵ سال کے اطفال کیلئے لازمی ہے کہ وہ سائیکل سواری سیکھیں اور لمبا سفر کرنے کی کوشش کریں۔ صفِ دوم کے اطفال بھی سائیکل چلانا سیکھیں۔

۴۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہر طفل کو "یاد رکھنے کی باتیں" اور "سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات" زبانی یاد کرائیں اور مکمل سُن کر ایسے اطفال کے نام مرکز میں ارسال کریں تاکہ انکو سندِ خوشنودی دی جائے۔

(مہتمم اطفال خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ توجہ کریں

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ سے گزارش ہے کہ ماہ جنوری کی رپورٹ کارگزاری مرکز کو جلد ارسال کریں۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

فون نمبر: ۶۹۲۶

غوردنی اجناس و سرخ مرچ کُرنی

کی خرید و فروخت کیلئے

ہمیشہ

انصاف کمپنی

پُرانی غلّہ منڈی لائلپور

کو یاد رکھیں

● شہزین

● شہزین

● شہزین

مرض اٹھرا کی بہترین دوا

حکیم نظام جان اینڈ سنز

ربوہ ــــ ٹنڈو محمد خان ــــ گوجرانوالہ

جلسہ ۱۹۷۳ کے موقع پر جلسہ سالانہ پر جانے والے مہمانوں کی
خدمت کرنے والے مجلس لائل پور کے خدام

Monthly KHALID Rabwah
Title Printed at Nusrat Art Press, Rabwah.
Aman 1353 H.S. — March 1974 — Regd. No. L 5830
Editor : MUHAMMAD SHAFIQ QAISAR